آمد و رفت
جوگندر پال

ناولٹ

جوگندر پال

سرِ ورق :- سکریٹا

بار اوّل :- ایک ہزار ۱۰۰۰

بہ تعاون مرہٹواڑہ یونیورسٹی

قیمت :- تین روپے

طابع :- رپورٹر آفسیٹ پریس بمبئی

اشاعت :- سنہ ۱۹۷۵ء

ناشر

انڈین بکس پبلیکیشنز

۵-۲۳-۲۹، دلال واڑی، تلک روڈ

اورنگ آباد دکن (مہاراشٹرا)

۳

مارگن (۱)

میں اپنی مرحوم انگلش ماں کی واحد اولاد ہوں اور میں نے اپنے مرحوم ہندوستانی باپ کو کبھی نہیں دیکھا۔ کیوں کہ میری ماں حمل ٹھہرتے ہی اس سے قانونی طور پر الگ ہوگئی اور میرے نصف باپ سے شادی کرنے کے لئے وطن لوٹ آئی اور ان کی شادی کے ساڑھے سات ماہ بعد میرا جنم ہوا۔ میری پوری ماں نے آدھے باپ کو میری پیدائش سے پہلے ہی باور کرا رکھا تھا کہ میں اسی کا بیٹا ہوں، پہلے تو میری ماں نے سر توڑ، پیٹ توڑ، کوشش کی کہ میں پیدا ہونے سے پہلے ہی ضائع ہو کر خارج ہو جاؤں۔ اسے بڑا ڈر تھا کہ میرا بدن مشرق کے بھورا پن سے آلودہ ہوگا۔ پر میں اس کے گناہ کے مانند سارے کا سارا چٹا برآمد ہوا تو خوشی سے اس کی باچھیں کھل گئیں اور اس نے میرے نصف باپ کو میرے نزدیک کھڑا کر کے دکھایا، دیکھو، یہ مجھے تو یہ تمھارا ہی ننھا سا چہرہ معلوم ہوتا ہے ـــــ ہے نا؟۔ اور میرا نصف باپ شاید جی ہی جی میں گاڈ آل مائٹی کا شکر بجا لایا کہ میں اپنے باپ کا بیٹا نہیں ہوں۔ ورنہ اسے ساری عمر منہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑتا۔

میں اپنی ولدیت کے قصے سے اس وقت تک لاعلم رہا جب تک میری ماں نے بستر مرگ پر اس حقیقت کا اعتراف نہ کیا۔ میری ماں کی اس کنفیشن کے وقت میرے نصف باپ کو مرے دس برس ہو چکے تھے۔ اور میری عمر چالیس تک پہونچ چکی تھی۔ اور میں نے اپنے پورے باپ کو ایک بار بھی نہ دیکھا تھا۔ لاشعوری طور پر، ہندوستان ہمیشہ میری دلچسپی کا

باعث رہا ۔ ہندوستانی موضوعات پر ہی میں نے اپنی پہلی اور دوسری پی ایچ۔ ڈی کے مقالے لکھے، انگلینڈ اور اقوام متحدہ کے با اثر حلقے ہندوستانی امور پر میری رائے کو اتھارٹی سے کم تسلیم نہ کرتے مجھے کیا پتہ تھا کہ میرے اندر دراصل میری بجائے میرا باپ بولتا ہے

میرے نصف باپ کو مجھ پر پیار آنے لگتا تو وہ مجھے مہاراجہ کہہ کر پکارتا۔ میری ماں پر یقین کر لینے کے باوجود شاید وہ میری بڑی بڑی مشرقی آنکھیں اور کالے بالوں کو دیکھ دیکھ کر شک میں پڑ جاتا تھا۔ کہ میں اس کا بیٹا نہیں ہوں لیکن مجھے یہ لگتا ہے کہ اگر میری ماں اس کی زندگی میں اپنے اس بھید کو افشا کر دیتی تو وہ اس سے کہتا، کیا یہ ضروری ہے کہ میں تمھاری ہر بات پر یقین کر لوں؟ اس وقت اگر تم نے اتنا پکّا جھوٹ بولا تھا۔ تو اب تمھاری اس کچّی پکّی سچائی کو کیسے ہضم کر جاؤں؟ — بس اب مجھے اور تنگ نہ کرو مجھے معلوم ہے مارگن میرا ہی بیٹا ہے — اور اس کا یہ کہنا سچ ہی ہوتا — اپنی ماں کی کنفیشن کے بعد میں نے کئی بار اپنے باپ کو تصور میں دیکھنا چاہا، مگر میرے ذہن میں اس کا پورا چہرہ کبھی نہ بنا میری ماں نے طلاق کے بعد انگلینڈ لوٹ کر اس کی کوئی چٹھی، فوٹو یا کوئی بھی نشانی نہ رہنے دی، بس اسے ذہن سے ہی نکال دیا۔ یہ نہیں، میرا خیال ہے۔ وہ اس کے ذہن میں ہر موسم میں کسی فالتو پودے کے مانند اگ آتا تھا، اور وہ سب کی نظریں بچا کر جلدی جلدی اسے اوپر اوپر سے کاٹ دیتی تھی — جس شخص کے چہرے کو میں ایک بار بھی نہ دیکھ سکا، اس سے جان پہچان تو درکنار، میں اس سے اجنبیت بھی کیسے اختیار کر سکتا تھا۔

میرے لئے میرا باپ اپنا بھوت سا ہے جس کی پوری شکل مجھے دکھائی نہیں دیتی اب بڑی بڑی مونچھیں ہلتی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں۔ اب کٹے ہوئے ہاتھ ہوا میں لہرا رہے ہیں۔ اب صرف ناک ابھر آئی ہے ۔ میرا پورا باپ مجھے ابھی دکھائی نہیں دیتا

ہے آدھا باپ کم از کم دیکھنے میں تو پورا تھا۔

• مہاراجہ بیٹے، جی لگا کے کھایا کرو۔ کھانے کی میز پر بیٹھتے ہی اٹھنے کی تیاری شروع کر دیتے ہو" ۔

یہی شخص میرا باپ ہے۔ میرا باپ میرا کچھ نہیں لگتا، وہ بھی میرے ان والدین کی مانند مر کھپ چکا ہوگا، اس کے قوم کی افراد کی اوسط عمر تیس پینتیس برس ہے۔ وہ بہت جیا ہوگا تو پچاس یا پچپن کی عمر تک جیا ہوگا ــــ کیا اسے میرا پتہ تھا؟ مجھے یقین ہے مم نے میرے اس کے پیٹ میں ٹھہر جانے کا ذکر بھول کے بھی نہ کیا ہوگا۔ اس کا تو جی چاہ رہا ہوگا کہ میرا گلا جو ابھی، بنا بھی نہ ہوگا۔ اپنے پیٹ کے اندر ہی اندر گھونٹ دے۔ تاکہ یہ نشان بھی باقی نہ رہے۔ مم کے مانند میرے باپ نے بھی اپنی دوسری شادی کر لی ہوگی ــــ ہندوستانی تھا۔ اس کے بچے ایک درجن سے کم کیا ہوں گے؟ میرے یہ آدھے بھائی بہن کیسے ہوں گے؟ شاید بہت موٹے موٹے ہوں گے۔ یا شاید بہت کمزور ہوں۔ کیوں کہ نارمل صحت کے ہندوستانی بہت کم ہوتے ہیں۔ اپنے باپ کے ان ایک درجن بچوں سے میرا کوئی ذاتی رشتہ نہیں۔ بس میرے نصف بھائی ہیں۔ پورے پچاس کروڑ ہندوستانی میرے نصف بھائی ہیں۔ ہندوستان میرے لہو میں ہے۔ میں نے ایک بار بھی ہندوستان نہیں دیکھا۔ مگر ہندوستان ہر دم میرے ذہن میں رہتا ہے۔ اس کے بارے میں میں نے لگاتار سوچا ہے۔ پڑھا ہے، لکھا ہے ــــ میں انگلینڈ کے سب سے اہم اسکول آف انڈین سٹڈیز کا ڈائرکٹر ہوں، ہندوستان میرا پیشہ ہے۔

(۲)

مارگن کے نام

مائی ڈیر مسٹر مارگن! ——

میں نے حال ہی میں ہندوستان کے مستقبل پر آپ کا ایک اہم آرٹیکل پڑھا ہے اور اسی سے متاثر ہو کر آپ کو مخاطب کرنے کو جی چاہ گیا ہے۔

اپنے وطن پر برٹش مصنفین کی تحریریں پڑھ کر عام طور پر مجھے لگتا ہے کہ وہ یا تو بڑے بھائی کا شفیق لہجہ اختیار کر لیتے ہیں یا انگلش پبلک اسکول کے کسی اولڈ ٹیچر کے مانند اپنی ہر سطر میں موٹی موٹی سی ججمنٹ اور وارننگ دینے کو بے تاب رہتے ہیں۔ یا پھر انڈیا کے اولڈ برٹش سول سرونٹس کی طرح ہندوستانیوں کو سرے سے انسانی برادری میں شامل ہی نہیں کرتے۔ آپ کے مضمون سے اختلاف کی گنجائش تو بہت ہے، مگر آپ ہمارے مسائل کے مطالعے میں اتنے منہمک معلوم ہوتے ہیں کہ آپ کے کسی کامپلیکس کی طرف دھیان ہی نہیں جاتا۔ ہندوستان کے تعلق سے آپ جیسے چند اور مغربی اسکالر ہوں تو یورپ ہمیں سچ مچ کے لوگ سمجھنا شروع کر دے۔

گذشتہ دنوں کی بات ہے کہ میرا ایک یورپی صحافی دوست میرے یہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ ہم بڑی بے تکلفی سے گفتگو کر رہے تھے کہ اس نے اچانک مجھ سے سوال کیا:

آخر آپ ہمیں ہمارے مانند سچ مچ کے لوگ معلوم کیوں نہیں ہوتے؟

کیوں کہ آپ نے ابھی تک ہماری سچائی کو قبول نہیں کیا۔

تو کیا ہماری سچائی اتنی علاقائی ہے کہ غیر ملکیوں کو اجنبی معلوم ہوتی ہے؟

نو، مسٹر مارگن، اس وقت میرے ذہن میں انسان کی وہ ہمہ گیر سچائیاں نہیں ہیں جن کی بدولت دنیا بھر کے درویش ایک ہی مملکت کے شہری معلوم ہوتے ہیں۔ میں کسی ملک کے عوام کی معمول کی سچائیوں کا ذکر کر رہا ہوں۔ شاید یہ غلط نہیں کہ متمدن دور میں ساری دنیا کے عوام کی معمول کی سچائیوں کی پہچان یکساں ہونی چاہئے۔ مگر — سچائی کی پہچان تو ذرا محنت کام ہے۔ ہماری مشکل یہ ہے کہ ابھی تک دنیا کے نمائندوں کے نزدیک تمدن کی پہچان بھی وہی ایک نہیں۔ کوئی تمدن کو کھانے اوڑھنے کی شئے سمجھتا ہے اور کوئی اسے سجا کر رکھنے کی۔ دراصل ہر شئے کی پہچان کے تعین کا انحصار لوگوں کی اپنی اپنی فوری ضرورت پر رہتا ہے

میں آپ کی سہولت کے لئے ایک اور مثال پیش کرتا ہوں۔ ہمارے ہی ملک میں دو خطے ہیں۔ ایک خطے میں بارش بہت کم ہونے کی وجہ سے ہمیشہ قحط کا دَور دورہ رہتا ہے۔ اور دوسرے خطے میں بارش اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ ہر برسات میں بھری پُری بستیاں دیکھتے ہی دیکھتے سیلاب سے اجڑ پجڑ جاتی ہیں۔ سو قحط زدہ علاقے والے حق کو 'بارش بھیجنے والا' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور سیلاب زدہ علاقے والوں کے نزدیک وہی حق 'بارش روکنے والا' ہے۔ ہماری مشکل بھی دراصل یہی ہے کہ اپنی سہولت کی خاطر ہم جہالت کو ہی سچائی کا نعم البدل سمجھ کر قانع ہو گئے ہیں — اور ہماری تہذیب کا کوئی بھی رخ ہماری اسی قناعت سے معرضِ وجود میں آتا ہے۔ یہاں یہ تہذیب ہاتھی کی چار ٹانگوں کے مترادف ہے اور ان چار ٹانگوں پر اندھوں کو چلتے پھرتے بھاری بھرکم ستونوں کا گمان ہو رہا ہے، انھیں اپنی راہ چلنے دو، ورنہ روند ڈالیں گے — ہٹ — جاؤ! —

اور یہاں یہی تہذیب ہاتھی کی آرام دہ پیٹھ ہے مزے سے اس لمبی چوڑی پیٹھ پر

بیٹھئے، یا چاہیں تو لمبی تان کر سو جائیں۔ اتنی محفوظ اونچائی پر اس قدر کشادہ رہائش مہیا ہو تو فکر کیسی؟ ___ آرام سے پڑے پڑے ہی آپ کا سارا سفر از خود طے ہو جائے گا ___ بول رانا سنگرام کی جے! ___ اور رانا سنگرام بیدار ہو کر آنکھیں ملنے لگا ہے ___ ہائیں! ہمارا محل آ پہونچا؟ ___ یعنی آپ نے محل تک ہی پہونچنا ہے نا؟ آپ چین سے پڑے رہئے آپ کا محل آپ تک آ پہونچے گا۔ یہی نہیں بلکہ آپ چاہیں گے تو آپ تک پہونچ کر ہاتھی کی پیٹھ پر بھی اکھڑا ہو گا تاکہ آپ کو نیچے بھی نہ اترنا پڑے۔

سچائی کے مانند تہذیب و تمدن کا پورے کا پورا ہاتھی بھی بیک وقت کسے نظر آتا ہے؟ سو جو کچھ جس کی سمجھ میں آ جاتا ہے وہی ٹھیک ہے۔ ہر شخص کی اپنی ہی سمجھ اس کے لئے مناسب ہے

آپ شاید مجھ پر ہنس رہے ہیں مسٹر مارگن! مگر ذرا سوچ کر بتائیے، کیا آپ اپنے باپ کی سمجھ بوجھ سے اپنی ماں سے پیار کریں گے یا اپنی سمجھ بوجھ سے؟ جو خاتون آپ کے باپ کی بیوی ہے، وہی خاتون آپ کی ماں ہے۔ اندھا بیچارہ بڑی مشکل سے ہاتھی کا ایک رخ ٹٹول ٹٹول کر دیکھ لیتا ہے، تو ہاتھی چپکے سے اپنا پہلو ہی بدل لیتا ہے۔ آئیے اب پھر دیکھنا شروع کیجئے، اس حیوان نے دم ہلا ہلا کر ہمارے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا ہے۔

اصل میں ہمارا پرابلم یہی ہے مسٹر مارگن کہ ہم سچ اور جھوٹ کا کوئی فارمولا بناتے ہوئے بھول جاتے ہیں کہ انسان کے اندر اچھا خاصا حیوان بھی ہے۔ جس کی فطرت سچ اور جھوٹ سے بے لاگ ہو کر جیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا تاریخی شعور ہمارے مستقبل کے رویے میں ہمارا مؤثر رہبر ثابت نہیں ہو سکتا۔

میرا ایک چچیرا بھائی ہے جو ہمارے ملک کی ایک بہت بڑی یونیورسٹی میں تاریخ کے شعبے کا صدر ہے۔ اس کی اسپیشل اسٹڈی "پراچین بھارت میں ہندو راجیہ" ہے، اور میرا چچا

یعنی اس کا باپ سنسکرت بھاشا کا ایک مانا ہوا ودوان ہے ــــ مجھے اپنے تاریخی شعور کے بیان سے بے اختیار اپنے چچیرے بھائی کا خیال آگیا ہے جو نئے ہندوستان کے مسائل کا حل پراچین ہندو راجیہ کے سیاق میں ڈھونڈ ھنے کا حامی ہے۔ اس میں اور اس کے باپ میں کوئی فرق نہیں۔ یا صرف یہی فرق ہے کہ سارے باپ کو اپنے وجود میں سمیٹ کر وہ اس کی توسیع بھی معلوم ہوتا ہے یعنی اپنے باپ کا بھی باپ معلوم ہوتا ہے۔ میں آپ کی خوشنودی کیلئے محض تکلم کے ہندسوں کا سہارا نہیں لے رہا ہوں محترم۔ بلکہ میری بات چیت کے ٹرمز ٹھوس حقائق پر مبنی ہے اور اس کے ثبوت میں مجھے اپنے چچیرے بھائی کی بے بچہ بیوی کا ایک "پرائیویٹ" بیان پیش کرنا ہے جو اس نے اپنے ڈاکٹر کے روبرو دیا تھا۔ اپنے شوہر سے محبت کرتے ہوئے مجھے لگنے لگتا ہے کہ میں نے اپنی بانہیں اپنے سسر کے گلے میں ڈال رکھی ہے۔ اور یوں اپنے فعل کا مجرمانہ احساس مجھے کسی کام کا نہیں رہنے دیتا۔

بتائیے ڈاکٹر مارگن! ــــ آپ کے تاریخی شعور کی بنیادیں اس بھونچال سے ڈھیر ہوئی ہیں یا نہیں؟ جینے کا مجرمانہ احساس جینے والوں کے بانجھ پن کا باعث ہی تو ہوگا۔ آپ نے بھی اپنے مضمون میں ہندوستان کے تاریخی شعور کو بہت اہمیت دی ہے مگر مجھے یہ کہنا ہے کہ ہمارا تاریخی شعور ہمارے معاصرانہ اقدام کی نفی کرتا ہے۔ ہمارے آقاؤں کے بیٹوں نے ان کے آباؤ اجداد کے تہذیبی ترکے کی گیس سے پھول پھول کر انھیں اپنی ہمت سے دو قدم چلنے کا بھی اہل نہیں رہنے دیا۔ اور ہم جن کے عمل کا انحصار انہی کی حکمتِ عملی پر ہے۔ ان کے پیچھے پیچھے چلنے کے لئے قدم قدم پر کئی کئی سال اس انتظار میں رکے رہتے ہیں کہ وہ اٹھیں اور ہماری رہبری کریں۔

اگر آپ کو ہمارے قدیم ذہن کی ضرورت ہو مسٹر مارگن، تو بخوشی لے لیجئے۔ اور اگر ہم اسے دینے پر رضامند نہ ہوں تو جنگ کا اعلان کر کے ہم سے چھین لیجئے تا کہ ہماری ساری کی ساری قوم اس

بوجھ سے ہلکی ہو جائے۔ آپ کے عجائب گھر کی توقیر ہمارے قدیم ذہن سے کئی چند بڑھ جائے گی:
ہمارے ذہن کے عوض آپ ہمیں ہمارے روز مرّہ کی چھوٹی چھوٹی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے
اپنی حاضر دماغی دے دیجئے جو آپ کے لئے فالتو ہے، کیوں کہ آپ کی روز مرّہ کی ساری
ضرورتیں آپ کے کمپیوٹر پوری کر دیتے ہیں۔ بس ہمیں آپ کی ایک کامن سنس مہیا ہو جائے تو ہم خود
عصری سماج میں شامل ہونے کے قابل ہو جائیں۔ آج اپنے معمّر ذہن کی وجہ سے ہم غائب الدماغ ہو
کر رہ گئے ہیں اور کھانا کھاتے وقت کھانا بھول کر کھانے کے فلسفے پر غور کرنے کے عادی ہو گئے ہیں
لہٰذا اگر کوئی مغربی ماہر شماریات اپنی باقاعدہ تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ ہماری قوم کی بھوک کا ایک
بڑا سبب ہماری بے سبب غور و فکر کی عادت ہے تو مجھے تعجب نہ ہوگا۔

میرا ایک دلچسپ مشاہدہ ہے: ہمارے بھرے پیٹ فلسفی براہِ راست سوچنے کی بجائے
سوچنے سے پہلے اپنے آپ پر بھوک کی کیفیت طاری کر لیتے ہیں۔ گویا انھیں ڈر ہو کہ بھوک کے بغیر
ان کی سوچنے کی صلاحیت سلب ہو جائے گی۔ بھرے پیٹ کی بھوک کے ذکر سے مجھے
یاد آ رہا ہے کہ ایک بار بہت زیادہ کھا کھا کر اکبر اعظم کی بھوک مر گئی اور اسے فکر لاحق ہوئی کہ
اب میں کیوں کر خیالات کی گہرائی تک پہنچوں گا۔ بھوک نہ لگنے سے اس کا دماغ مٹی کے خالی مٹکے
کے مانند بھائیں بھائیں کرنے لگا۔ بہت حیلے کئے پر بھوک نہ لگنا تھی نہ لگی۔ آخر اس نے بیربل
کو حکم دیا کہ اگر تم فوری طور پر علاج کی کھوج میں کامیاب نہ ہوئے تو تمہارا سر اڑا دیا جائے
گا۔ بیچارے بیربل کے منہ سے بوکھلا کر نکل گیا: "ظلِ الٰہی، آپ کبھی بھوکے رہیں تو آپ کو بھوک
بھی لگے"۔

"ارے ہاں بیربل، اتنی موٹی بات ہے"

"شاید اپنے مضحکہ خیز موٹاپے کے باعث ظلِ الٰہی کے دماغِ عالی میں باریابی کے قابل نہیں!"
اس باب میں ہماری تاریخ جسے آپ ہمارے مستقبل کا ضامن قرار دیتے ہیں، شاہد ہے کہ

ہم نے ہمیشہ کوئی کسر نہیں چھوڑی کہ ہمارے آقاؤں کو بھوک لگتی رہے۔ اور ان کی بھوک مٹتی رہے۔ خدا نخواستہ اگر ہمارے بھوک کے مسئلے کے باوجود ان کے سوچنے کی صلاحیت مفقود ہو جائے تو ہماری بہبود کا سامان کون کرے۔؟

لیکن ہمارے عوام کا پرابلم جدا نوعیت کا ہے ان بے چاروں پر فلسفیوں کا گمان ہوتا ہے کہ وہ چوبیس گھنٹے صرف یہی سوچتے رہتے ہیں۔ ہم بھوکے ہیں، ہم بھوکے ہیں، ——— ہم بھوکے ہیں ———

اور یہ سوچ سوچ کر انھیں اپنا پچھلا جنم یاد آنے لگتا ہے، جب وہ بھوکے نہ تھے۔ آپ کو تعجب ہوگا کہ ہمیں آواگون کے گہرے نکتوں کی ٹوہ اسی طرح ہوئی۔ میں نہ جانے اپنی رو میں کیا کیا بک گیا ہوں مسٹر مارگن، پر اپنے عزیز وطن میں آپ کی اتنی دلچسپی دیکھ کر میرا جی چاہا کہ آپ سے کھل کر باتیں کروں۔ آپ کے مضمون سے آپ کی سرگرم فکر کا تو احساس ہوتا ہے مگر یہ بھی لگتا ہے کہ ہندوستان کے بارے میں آپ کا مطالعہ و مشاہدہ اکادمی زیادہ ہے۔ شاید آپ ہندوستان کبھی نہیں آئے۔ اگر ایسا ہے تو آپ ایک بار ضرور آئیے۔ ہم عادتاً پردہ پسند لوگ ہیں اور باہر کے لوگ جب تک ہمارے اندر نہ گھس آئیں، ہمیں سمجھنے میں دھوکا کھا جاتے ہیں۔

اگرچہ ہمارا ملک بہت بڑا ہے لیکن یہاں چاروں طرف روز افزوں آبادی کی بھیڑ بھاڑ کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ہم اجنتا کے غاروں میں گھوم رہے ہیں۔ آج بھی یہاں ہماری وہی قدیم تہذیب آباد ہے، بھیڑ بڑھتی جا رہی ہے اجنتا کے غاروں میں دیواروں سے جڑ جڑ کر بے شمار مرد و زن بیک وقت ہمہ تن و ہمہ روح جنسی مباشرت میں مشغول ہیں اور جو لوگ نر و دھ کے پیکٹ یا پیلیہ یا آپریشن کے اوزار لیے ان کے آس پاس کھڑے ہیں۔ ان کی طرف کسی کو دیکھنے کی فرصت نہیں، اور اچانک کسی کی آنکھ اٹھتی بھی ہے تو: تم دیکھ نہیں رہے، میں ——— میں ——— ؟ ——— جاؤ بابا ———

جاؤ یہاں سے! ــــ گیٹ آؤٹ! میری لائف میری اپنی لائف ہے۔ جمہوریت میں کسی کی شخصی آزادی میں خلل انداز نہیں ہوا جا سکتا ــــ مگر پھر ہمارے یک سالہ، پنج سالہ یا دو سالہ قومی پروگرام ــــ؟

ہاں ہاں، وہ سب بہت امپارٹنٹ ہیں ہم ان کی طرف پوری توجہ دے رہے ہیں۔ مگر اس وقت ان بے چاروں کو ڈسٹرب نہ کرو۔" ہاں بابا، کیوں خواہ مخواہ ہمیں پریشان کر رہے ہو؟ جاؤ اپنا دھندا کرو" " اپنے دھندے کے لئے تو آیا ہوں۔ ورنہ مجھے کیا پڑی تھی کہ ــــ

ہر لمحہ ان گنت بچے پیدا ہو رہے ہیں۔ ان گنت بچے پیدا ہونے کے لئے کنوئیں میں الٹے لٹکے ہوئے ہیں۔ ان گنت بچوں کی پیدائش کے اسباب ہو رہے ہیں۔ (جاؤ بابا، کیوں ڈسٹرب کر رہے ہو؟)

بیش تر خوش تر! ــــ غار کی بھیڑ اور گہری ہوتی جا رہی ہے۔ بھیڑ کنٹرول سے باہر ہوتی جا رہی ہے ــــ لاٹھی چارج؟ ــــ نہیں، کہاں جائیں گے بے چارے؟ بس یہی تو ساری جگہ ہے ــــ بھیڑ اور بڑھ گئی ہے! ــــ یا خدا! اتنے ہجوم میں تو سانس لینا بھی دشوار ہے۔ ــــ

انقلاب زندہ باد! ــــ اب اور کون سا انقلاب چاہتے ہو؟۔ اس غار میں اپنی نیم نسل کی پیہم افزائش کئے جانے کا تمہیں پورا اختیار ہے۔ کس کی مجال ہے تمہاری آزادیوں میں سدِّ راہ ہو؟ تم کلیتاً آزاد ہو گئے ہو، آزادی کی پابندیوں سے بھی آزاد ــــ مزے کرو میاں، جب تک مزے سے بنی رہے، بنی رہنے دو ــــ بعد میں جو ہو گا، دیکھا جائے گا

ہونا کیا ہے؟ سب ٹھیک ہو گا ــــ دو کروڑ ہندوستانی آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ بھیج دیئے جائیں گے۔ ڈیڑھ کروڑ افریقہ بھیج دیئے جائیں گے، ایک کروڑ کینیڈا ــــ خدا کی زمین سب کی ساجھی زمین ہے ــــ ہماری زمین تمہاری، تمہاری، ہماری ــــ

ٹھیک ہے! ــــ پھر؟ ــــ

پھر کیا؟ تم تو ایسی باتیں کر رہے ہو جیسے ہمیں خطرے کا علم ہی نہیں، ہم پوری کوشش کر رہے ہیں بابا، پھر بھی حالت نہ سدھری تو دیکھا جائے گا۔

ہاں، دیکھا جائے گا۔!

ہماری پاپولیشن ایکسپلوژن سے متعلق بھی آپ نے کوئی کارآمد سوشیولوجیکل ریسرچ ضرور کی ہوگی، مسٹر مارگن؟ جب ہمارا کوئی بوڑھا کسی سہاگن کو یہ دعا دیتا ہے کہ تیرے آنگن میں اتنے بچے جمع ہو جائیں کہ تمہارے باہر جانے کا راستہ رک جائے، تو وہ دھرم کرم کی ناری شردھا سے اس کے پاؤں چھونے کے لئے جھک جاتی ہے۔ زمین ہلنے لگے مسٹر مارگن تو بھونچال آجاتا ہے۔ زمین کا تو بس یہی کام ہے کہ اپنی اسی جگہ پر جم بس کر پیدا کرتی رہے۔ جتنی زیادہ پیدائش ہوگی اتنے زیادہ گھر بسیں گے، مگر پیداوار — پیدائش کے پیٹ بھرنے کے لئے خوراک۔ خوراک کے لئے فرٹیلائزر؟ — چھوڑیئے ہماری ہڈیاں کیا کم ہیں؟ انسانی ہڈیوں سے بڑھ کر اور فرٹیلائزر کیا ہوں گے؟ — جاؤ سہاگن، اطمینان سے اپنا آدرش پورا کرو۔ جلدی کرو ناری، سوچ سوچ کر ہی سوکھ گئیں تو سات پتروں کی ماتا کی پدوی کیسے پراپت کروگی۔ دھرم کی پستکوں میں ماتا کے کلیان کے لئے بس یہی ایک اُپائے ہے۔

ڈاکٹر مارگن، ہم اپنے دھرم کے سیوک ہیں۔ ہمارا ملک ہماری آبادی کے لئے کافی نہیں تو کیا ہوا؟ — ہمارے بھگوان کی یہ ساری سرشٹی کیا کم ہے؟ یہاں مر جائیں گے تو کسی اور دنیا میں جا بسیں گے۔ ہماری یہ دنیا تو بہت چھوٹی ہے، ایسی کئی کروڑ، کئی ارب دنیائیں ہمارے بھگوان کی کروڑوں اربوں دنیاؤں کی ایک ایک دنیا میں ہمارے لئے خالی پڑی ہیں۔ ہماری سورگ پوری میں ہماری جگہ ریزرو ہے۔ ادھر ہم مرے اور ادھر وہاں ٹھاٹ سے جا پہونچے، ہمارے بھوگ بلاس کے لئے وہاں اپسراؤں کے جھنڈ کے جھنڈ ہوں گے۔ سونے چاندی کے محل ہوں گے۔ محلوں کے

عین سامنے دودھ کی نہریں، دودھ کی نہروں سے پرے پھلوں کے باغات، امر جیون، بس ایک ہم ہی ہم! — ہمارے وِدوان پنڈت اسی لئے دھرم پرچار میں لگے رہتے ہیں کہ یہ جیون برباد ہو جائے تو ہو جائے، پر اگلے جیون کے رنگ میں بھنگ نہ ہو۔

ہمارے خاص خاص سمجھ دار لوگ تو اس جیون میں بھی خوب سکھ بھوگ لیتے ہیں۔ یہ معزز لوگ دھرم سیوا کو بھی کروڑوں کی کمائی کا حیلہ بنا لیتے ہیں۔ سیوا کی سیوا اور میوہ کا میوہ — اس جیون کا سکھ بھی بھوگتے ہیں اور اپنی بے حساب کمائی سے اس امر جیون کی اچھی خاصی اِن ویسٹیمنٹ بھی فراہم کر لیتے ہیں۔ ہمارے یہ لوگ بڑے محتاط اور ہوشیار تاجر ہیں مسٹر مارگن، جیسے اس دنیا میں انھیں یہ دھن ہوتی ہے کہ سات پشتوں کی جائداد بنا جائیں۔ ویسے ہی بعد از مرگ تحفظ اور آرام کا سامان بھی یہیں سے بُک کرا لیتے ہیں۔ سیدھا سادا لین دین ہے۔ پر ایسے خوش نصیب ہم کروڑوں میں سے چند ایک سیکڑوں پر ہی مشتمل ہیں۔ یہ تھوڑے سے لوگ — ذرا سے زیادہ نمک سے بھی اچھی خاصی پکی ہوئی ہانڈی بد ذائقہ ہو کر رہ جاتی ہے — دگر سب کو اپنے دھندے میں گھسنے سے روکے رکھتے ہیں۔ ان کی ساکھ ہماری ساری دنیا میں — یعنی آپ کے ملک میں بھی اور اگلی دنیا میں ہر جگہ بنی ہوئی ہے۔ یہ لوگ آپ کے ملک کو آنے کا قصد کریں یا بھگوان کے دیش کو جانے کا، ایکسچینج کنٹرول ان کی راہ میں حائل نہیں ہوتا۔ آپ کے مانند کبھی بھگوان کو بھی ان سے اختلاف رائے ہو تو وہ ان سے وی، آئی، پی کا ہی سلوک روا رکھتا ہے۔ آپ بھی مجبور ہیں وہ بھی بس قادر ہیں تو اک یہی لوگ، مجھے اپنے ان بھائیوں سے بہت ڈر لگتا ہے۔ یہ لوگ میرے ہم وطن ہیں۔ لیکن مجھ سے بہت دور ہیں، جادوگر ہیں۔ کیا آپ نے ہندوستانی جادوگروں سے متعلق بھی کوئی تحقیق شروع کر رکھی ہے؟ انڈیا از اے متھ، مائی ڈیر ڈاکٹر مارگن! اسے سارا کا سارا بیان کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ آپ ایک بار یہاں ضرور آئیے اور اپنی آنکھوں سے دیکھئے کہ ہندوستان کیا ہے۔ کتنا عجیب ہے،

ہاؤ سٹرینج اینڈ فیملیئیشد !۔۔۔

آپ کا ایک ہندوستانی مداح ۔

(۳)

شیلا

مارگن میرا گائیڈ ہے ۔ میں اس کی رہبری میں "دی ریلیونس آف دا پریزنٹ انڈیا ٹو دا فیوچر آف دا ورلڈ سوسائٹی" کے موضوع پر اپنے پی ایچ ڈی کے لئے مقالہ لکھ رہی ہوں ۔

پہلی بار جب میں اس سے ملی تو وہ اپنے آفس میں دروازے کی جانب پشت کر کے میز پر بچھے ہوئے ہندوستان کے ایک بہت پرانے نقشے پر جھکا ہوا تھا ۔ مجھے نہ جانے کیوں اس وقت یہ لگا کہ کوئی نوجوان ڈاکٹر کسی دم توڑتے ہوئے بوڑھے کے دوا دارو میں مصروف ہے ۔

"پلیز، بیٹھ جاؤ مس شرما" اس نے میری طرف مڑے بغیر مجھ سے کہا اور بدستور اپنے کام میں منہمک رہا ۔ میں نے سوچا تھا کہ ڈاکٹر مارگن کوئی بوڑھا اور بہرہ آدمی ہوگا ۔ جس سے مجھے کافی اونچی آواز میں بات کرنا ہوگی ۔ اور اس سے بات کرتے ہوئے میری نظریں اس کے چہرے کی جھریوں میں گر کر بمشکل سنبھل پائیں گی ۔ اور میرا لہجہ اکھڑ جائے گا ۔ اور میری سمجھ میں نہ آئے گا کہ اسے اپنی بات کیسے سمجھاؤں ۔ اس نے ابھی تک میری طرف مڑ کر نہ دیکھا تھا اور میں سوچ رہی تھی کہ کیا وہ واقعی اس قدر مصروف ہے، یا اپنی مصروفیت کی نمائش کرنا چاہتا ہے ۔

ڈاکٹر مارگن کے بال کسی ایشیائی کے بالوں کی مانند گھنے اور سیاہ تھے اور پشت پر بے حرکت توانا بازو گویا کسی عورت کو (مجھے ؟) اچانک پکڑ لینے کے لئے بے چین ۔ اپنی پیٹھ سے وہ بھرپور مرد معلوم ہوتا تھا ۔۔۔ میں نے اپنے آپ کو ڈانٹنا چاہا ! تم اپنے ٹیچر اور گائیڈ سے

ملنے آئی ہو یا ——

اگرچہ میں نے سوچا تھا کہ ڈاکٹر مارگن کوئی حساس باختہ کوڑھا کھوسٹ ہوگا تاہم میری خواہش تھی کہ وہ کوئی خوش باش جوان آدمی ہو۔ عورت پہلی بار جب اپنے آپ کو کسی اجنبی مرد سے —— خواہ وہ مرد اس کے باپ کا کوئی ہم عمر دوست ہو —— ملنے پر آمادہ کرتی ہے تو اس کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ کچھ اور ہو نہ ہو، دیکھنے میں پورا مرد ضرور ہو، کہ اسے دیکھ کر ہی طبیعت خوش ہو جائے۔

ڈاکٹر مارگن اچانک اپنی پیٹھ کے اندر ہی اندر میری طرف مڑ گیا ہے۔

ارے، یہ تو نرا ایشیائی ہے —— اتنا خوبصورت اور نیا نویلا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تعلیم بھی اس کی چھین سی بن گئی ہے۔ ورنہ اس قدر پڑھے لکھے لوگ اتنے بوسیدہ اور بدزیب ہوتے ہیں کہ بھر نیچے کر کے ہی ان سے بات کرنے کو جی چاہتا ہے۔

ہم دونوں باتیں کرنے لگے ہیں۔

"میرا نام شیلا ہے —— مس شیلا شرما"

"وہ تو آپ نے اپنی چٹھی میں بھی لکھا تھا۔ اور آپ کے اس کارڈ پر بھی درج ہے۔ جو آپ نے یہاں داخل ہونے سے پہلے اندر بھیجا" (کتنا چلبلا ہے! بات کرنے کے لئے کوئی بات شروع کرنا ہی پڑتی ہے۔ اب کیا کہوں، آپ کی شکل بڑی پیاری —— ؟)

"آپ یہ بھی اپنی چٹھی میں لکھ چکی ہیں مس شرما کہ آپ میری مدد سے ریسرچ کرنا چاہتی ہیں۔ مجھے آپ کا گائیڈ بننا قبول ہے —— اور" ؟ اور کیا میں بوکھلا سی گئی مجھے بھلا اور کیا پوچھنا تھا، بس ہو گئی ساری بات۔

" نہیں، ساری بات ابھی نہیں، آپ ——" (ہائے اتنی کھلی کھلی جھجک سے بات کرتا

ہے کہ جی چاہتا ہے کھلتا ہی چلا جائے)

"مس شرما، آپ کا ریسرچ پرابلم اور میرا ایمان دونوں ایک دوسرے کے اتنے قریب ہیں کہ مجھے یقین ہے ہم ایک دوسرے کی بہت مدد کر سکیں گے۔"

(ایسا گائیڈ مجھے کہاں ملے گا جو سمجھائے بھی اور سمجھے بھی۔)

"میرے بیشتر یورپی دوست آج کے ہندوستان سے بہت مایوس ہیں، مس شرما لیکن میرا خیال ہے اپنی مایوسی کا باعث وہ خود آپ ہیں — بوڑھے لوگوں کو نوجوان اس لئے اچھے نہیں لگتے کہ وہ ان کے مانند بوڑھے نہیں۔"

"مگر ڈاکٹر، تاریخی اعتبار سے ہندوستان تو یورپ سے بھی بوڑھا ہے"۔

"نہیں مس شرما، میں نئے ہندوستان کی بات کر رہا ہوں نئے ہندوستان نے ابھی اپنی زندگی کی تیسری دہائی میں قدم رکھا ہے۔ وہ بالغ ہو رہا ہے اور اپنے تازہ خون کی افراط سے بے چین ہے کہ کچھ کر دکھائے۔ مگر اس کی بے چینی یورپ کو خام معلوم ہوتی ہے۔ لیکن نئی قوموں اور افراد کو اپنا ادراک خود آپ دریافت کرنا پڑتا ہے، اس لئے ان کی ابتدائی بلند آوازی اور بے چینی فطری ہے"۔

کتنا عجیب شخص ہے! — میں اتنی دیر سے یہاں بیٹھی ہوں اور یہ ابھی منہ موڑے کام پر جھکا ہوا ہے اگر اتنا ہی مصروف تھا تو مجھے کسی اور وقت پر بلا لیتا۔

"دیکھئے مس شرما" ڈاکٹر مارگن اچانک اپنی پیٹھ موڑ کر میری طرف دیکھنے لگا۔ "آج میں بے حد مصروف ہوں، آپ مجھ سے کوئی سات روز بعد ملئے"۔

"تھینک یو، ڈاکٹر" میرا چہرا اتر گیا۔ "میں اگلے منڈے کو آؤں گی" اپنی خفگی کو دبا کر میں مسکرانے کی کوشش کرنے لگی اور میری گھومتی ہوئی نظر اس کے چہرے پر ذرا سی رک

گئی۔ وہ بھی کچھ چونک کر میری طرف دیکھ رہا تھا۔ مجھے ــــ اور مجھے لگا کہ اسے بھی۔
لگا کہ ہم پہلے بھی کہیں مل چکے ہیں۔ کہاں؟ میری مشکل یہ ہے کہ مجھے کوئی بھی شخص اجنبی معلوم نہیں ہوتا کہ
سے پہلی بار ملتی ہوں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہو نہ ہو ہماری پہلے بھی ملاقات ہو چکی ہے۔ ابھی پچھلے سنڈے کی ہی بات ہے
میں فٹ پاتھ پر ٹیکسی کی منتظر کھڑی تھی کہ میرے پاس سے ایک پینتیس چالیس سالہ آدمی گذر گیا ــ رچی! ــــ بیس برس
پہلے ہر سنڈے کو ہمارے گھر آیا کرتا تھا۔

"تم بہت برے ہو انکل رچی پچھلے سنڈے کو کیوں نہیں آئے؟"

"پچھلے سنڈے کو میں بیمار تھا شیلی۔"

"پُور انکل رچی! ــــ انکل رچی تم شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ ہمارے ڈیڈی بیمار ہوتے ہیں تو ممی ان کا بہت خیال رکھتی ہیں۔"

"تم جو میرا خیال رکھتی ہو بے بی"

"لیکن انکل، میں تمہاری وائف تھوڑا ہی ہوں، مجھ سے شادی کرنا ہے تو ابھی کئی سال انتظار کرنا پڑے گا۔ میرے گیارہویں برتھ ڈے میں بھی ابھی تین مہینے باقی ہیں۔"

وہی شخص میرے قریب ہی نیوز پیپر لینے کے لئے رک گیا اور نیوز پیپر لے کر آگے بڑھنے لگا تو میں نے اسے پکارا، "ٹھہرئیے"۔ میں تیزی سے اس کی طرف بڑھی۔

"نو، نو، ہنی! اگلے سنڈے کو اسی وقت یہیں ملو، آج نہیں ، آج میری جیب خالی ہے۔"

تو ــ تو پھر یہ آدمی انکل رچی نہیں ہے۔ ارے ہاں! انکل رچی تو اب ساٹھ سے اوپر ہو چکا ہوگا، یا شاید مر کھپ گیا ہو ــــ!

"ڈاکٹر مارگن"، میں نے ڈاکٹر سے پوچھنا چاہا؛ "کیا ہم پہلے بھی کہیں ایک دوسرے سے مل چکے ہیں؟"

مگر وہ پھر میری طرف پیٹھ کر کے اپنے ہندوستان کے نقشے پر جھکا ہوا تھا۔ کتنا نامعقول ہے۔ جیتا جاگتا ہندوستان، یہاں اس کی پیٹھ کی جانب اس کی توجہ کا منتظر ہے۔

مگر یہ اسی کاغذی نقشے پر ہندوستان کو کھوج رہا ہے۔

"مس شرما" مجھے اس کی پیٹھ سے اس کی آواز سنائی دی۔ "ہندوستان کا الگ تھلگ نقشہ دیکھ کر ہندوستان میری سمجھ میں نہیں آتا۔ یہی معلوم ہوتا ہے کہ زمین کا یہ ضخیم حصہ بحرِ ہند میں ڈوب رہا ہے ___ مگر جب میں ہندوستان کو ساری دنیا کے نقشے میں دیکھتا ہوں"۔ اس نے پھر اپنا مُنہ میری طرف کر لیا۔ "تو معلوم ہوتا ہے کہ ہماری دھرتی نے ساگر سے اُبھر اُبھر کر ہندوستان کا روپ اختیار کر لیا ہے۔ اور پھر آس پاس کے ملکوں کا، اور پھر باقی ساری دنیا کا ___ تمہارے تھیسس کا کیا عنوان ہے؟ ___ نہیں، بتاؤ نہیں، مجھے پتہ ہے ___ واریل وِنیس آف انڈیا ٹو دا فیوچر ورلڈ سوسائٹی ___ مجھے تمہارا یہ موضوع بہت پسند ہے مس شرما۔ میں تمہیں بخوشی قبول کرتا ہوں"

"تھینک یو، سر" (اور میں تمہیں قبول کرتی ہوں)

اس پہلی ملاقات کے چند ہی روز بعد ہم اتنے قریب ہو گئے گویا ایک دوسرے کو شروع سے ہی جانتے ہیں ___ شروع سے ہی جب ہمارے ملنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ وہ نا معلوم کہاں تھا اور میں کہاں، مگر اپنے محبوب سے ہم مِلے ہوں یا نہ ملے ہوں، بالآخر وہ ہمیں ضرور مل جاتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ڈاکٹر مارگن کو میں کسی اور شکل میں بھی فوراً پہچان لیتی، کیوں کہ میں اسے شروع سے ہی جانتی تھی۔ ٹھہریے، میں اس سے کئی بار مل چکی ہوں۔ مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں واقعی اس سے پہلے بھی مل چکی ہوں۔ اپنے خیال میں! میرے خیال میں اس کی شکل نہ جانے کیا تھی، دراصل اس کی کوئی شکل تھی ہی نہیں۔ بس وہ میرا ایک جذبہ تھا۔ بس یہی ڈاکٹر مارگن ___ یہی ڈاکٹر مارگن، جو ڈاکٹر مارگن نہ ہوتا تو کوئی اور ہوتا۔ پر ہوتا یہی میرا جذبہ ہی۔

جب ایک دن ڈاکٹر مارگن نے اپنی محبت کا بے اختیار اظہار کیا تو میں اپنا تھیسس چھوڑ کر بلا جھجک اس کی آغوش میں آ بیٹھی

"مارگی ڈارلنگ"

"ہاں، شیلی"

"مجھے یقین ہو رہا ہے کہ آج کے ہندوستان کو مستقبل کی عالمگیر برادری میں بڑا اہم رول ادا کرنا ہے"

"ہاں شیلی، تم ٹھیک کہتی ہو" وہ میرے تھیسس کے موضوع کو غیر رسمی طور پر برتنے کے لئے مجھ پر جھک رہا تھا۔ اور اس کی دھیمی آواز کے فطری ردھم سے ظاہر تھا کہ وہ سچ بول رہا ہے "شیلی، ہندوستان کی صداقتوں کو دریافت کرنے کے لئے میں نے کئی سال گھور تپسیا کی ہے اور اپنی تپسیا کا پھل مجھے مل گیا ہے"۔ اس نے میرے ہونٹ چوم لئے۔

"میں نے ہندوستان دریافت کر لیا ہے"۔

"مگر کپلنگ نے بھی تو اپنی دانست میں ہندوستان دریافت کر لیا تھا"۔

"نو، مائی ڈیر! کپلنگ کی دریافت کی اہمیت اس سے زیادہ نہ تھی کہ اسے ہمارے انگلش گرائمر سکولوں کے نصاب میں شامل کر لیا جائے۔ نیور دا ٹوین کین میٹ! نان سنس! ۔ مشرق اور مغرب زندگی کی دو مختلف انواع نہیں، ایک ہی زندگی کی دو جغرافیائی سمتوں کے سہولتی نام ہیں، لیکن یہ سہولتی نام اب ہمارے کسی کام کے نہیں کیونکہ جغرافیائی سمتیں اب پہلے کی مانند ساکن و جامد نہیں، گھومتی رہتی ہیں۔ کون سی سمت نہ جانے کدھر آباد ہے۔

مارگی کا کہنا غلط نہیں۔ ہمارے خاندان کو مغرب میں بسے ہوئے تین نسلیں ہو گئی ہیں۔ ہندوستان اب ہمارے لئے گرم مصالحوں، ساڑھیوں اور ہندو دیوتاؤں

کے بتوں کا لگژری ایکسپورٹر ہے اور بس

"شیلی ڈارلنگ، کیا تمہاری یہ خواہش نہیں کہ اپنے باپ دادا کے دیش کو جا کے دیکھو؟ —— تم چاہو تو ہم اپنا ہنی مون ہندوستان میں ہی منائیں گے۔"

"ہاں مارگی، ہم ہندوستان جائیں گے —— وہاں ہم نہرو کی بیٹی سے ملیں گے اور کم سے کم ایک مہاراجہ سے، جو اب اپنی پرجا پر راج کرنے کی بجائے اپوزیشن کے ساتھ بیٹھ کر گورنمنٹ کی مخالفت کرتا ہے۔"

"میں نے سنا ہے شیلی، کہ پرانے ہندوستانیوں کی عمریں بہت طویل یا بہت مختصر ہوا کرتی تھیں —— شاید میرا باپ بھی ابھی زندہ ہو"

"تمہارا باپ؟!"

"ہاں میرا باپ ہندوستانی تھا"

"تمہارا باپ تو"

"نہیں، وہ تو میرا اسٹیپ فادر تھا۔ میرا اصلی باپ ہندوستانی تھا شیلی۔ میں اس کا اتہ پتہ نہیں جانتا، مگر میری ماں نے مرنے سے پہلے اعتراف کیا تھا کہ وہ ہندوستانی تھا۔"

"تعجب ہے"

"ہندوستان میرے خون میں ہے ڈارلنگ، در اصل میرا باپ ہی تم سے عشق کرنے لگا میرے باپ نے میری ماں کو طلاق دے کر کسی ہندوستانی عورت سے شادی کر لی تھی۔ — دی انڈین وومن از اے ٹریٹ! —— اے فیسٹ!"

اور میں اپنے لانبے لانبے بال کھول کر اپنی ڈوبی ڈوبی آمادہ آنکھوں سے اس کی جانب دیکھنے لگی اور ہزاروں میل کھارے پانیوں کے بیچوں بیچ بہہ بہہ کر میٹھی میٹھی گنگا ہمارے پاس پھوٹ پڑی اور اس کا پانی ہمارے گھٹنوں تک آپہونچا، اب کمر کمر تک

اب گلوں تک ـــــ ہم ڈوب مرنے پر آمادہ تھے ـــــ اب پانی ہمارے سروں سے بھی اوپر چڑھ آیا۔ ہم ڈوب گئے، اپنے آپ کو کھو بیٹھے ـــــ!

"دی انڈین وُومن اِز اے فیسٹ!"

"اینڈ دی انڈین مین؟"

"دی انڈین مین ہیز ٹری مینڈس ایپی ٹائیٹ!"

"ہاں ہندوستانی کو بھوک کا احساس نہ رہے تو اسے جینے کا مزہ ہی نہ آئے"۔

اور ایک ہندوستانی ناولسٹ کی ان مبہم سطور کا مفہوم کچھ کچھ میری سمجھ میں آنے لگا۔

گنگا سے ہندوستان کی بھوک مٹتی ہے، اس لئے اس کے دونوں کناروں پر ہر روز ہزاروں لاکھوں ہندوستانی پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہیں بڑے ہو ہو کر لاکھوں کروڑوں اور ہندوستانی پیدا کرتے ہیں۔ جے گنگا! گنگا میں ڈوب بھی مرو تو ہمیشہ زندہ رہو گے جے گنگے!

(۴)

آج کے اخبار میں
چھوٹی خبروں کے کالم میں

نئی دلی، ۱۴ ستمبر۔ ہمارے نمائندۂ خصوصی مقیم لندن، کی اطلاع کے مطابق انڈین اسکول آف اسٹڈیز کے ڈاکٹر ایل۔ ایل۔ مارگن، جنھوں نے حال ہی میں ایک انڈین برٹش نیشنل، شیلا شرما سے شادی کی ہے۔ اگلے ہفتے اپنے ہنی مون پر ہندوستان آرہے ہیں۔ ڈاکٹر اور مسز مارگن یہاں پہلی بار آرہے ہیں۔ وہ کم سے کم ایک سال ہندوستان میں قیام کریں گے۔ اور ملک کے سارے اہم مقامات کی سیر کرنے کے علاوہ ہندوستانی

طرزِ زندگی کا مطالعہ بھی کریں گے۔

ہمارے نمائندہ کے بیان کے مطابق ڈاکٹر اینڈ مسز مارگن نے ایک بڑی دلچسپ خواہش ظاہر کی ہے۔ ہندوستان ہم دونوں کا ایک پرسنل سینٹی مینٹ ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا پہلا بچہ ہمارے قیام کے دوران یہیں پیدا ہو اور ہم اسے انڈیا کے نام سے کرسچین کریں۔

(۵)

فادرلینڈ

(۱) پالم کے ہوائی اڈہ پر: امی گریشن اور ہیلتھ

نام پلیز؟

مارگن، ڈاکٹر ایل، ایل، مارگن، اور یہ میری وائف، مسز شیلا مارگن۔

اینی تھنگ ٹو ڈکلیئر، پلیز؟

(مسکرا کر) آور پیشن فار انڈیا

(سنجیدہ) کیا یہ نام کسی قدیم ہندوستانی ہیرے کا ہے؟ جناب! آپ نے اسے مادام کے نیکلس میں جڑوا رکھا ہے؟ — پرپز آف وزٹ؟

ہالی ڈے کم بزنس۔

آپ کون سا بزنس کرتے ہیں؟ ہیرے جواہرات کا؟

(ذرا سٹپٹا کر) میں اور میری بیوی ہندوستان کو پیشے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

کیسے؟

بڑے باعزت طریقے سے: میں لندن میں ڈائریکٹر آف انڈین سٹڈیز ہوں اور میری بیوی، ریسرچ سکالر ان انڈین سٹڈیز

تھینک یُو، سر! تھینک یو، میڈم، یہ لیجئے اپنے پاسپورٹ۔ ویل کم ٹو انڈیا

نیکسٹ!

(ب) امی گریشن اینڈ ہیلتھ کاونٹر سے باہر

ویل کم ٹو دا ہوٹل آف انڈیا، سر! ویل کم، میڈم! میں ہوٹل سے آپ کے استقبال کو آیا ہوں

تھینک یو! میرا سامان گاڑی میں رکھوا دیجئے۔

ہاؤ ڈو یو ڈو ڈاکٹر مارگن؟ میں ڈاکٹر راجحس ہوں، لیکچرر، اسکول آف اورینٹل سٹڈیز

ہاؤ آر یو، گریشس لیڈی؟

ہاؤ ڈو یو ڈو، ڈاکٹر راجحس؟ — شیلی، یہ وہی ڈاکٹر راجحس ہیں جو ہمارے اسکول سے ہندوستان کے لوادر پر ریسرچ کرنا چاہتے ہیں۔

او یس! — ہیلو؟

ڈاکٹر مارگن، میری خواہش ہے آپ میرے ہی یہاں قیام کریں۔

تھینک یو ڈاکٹر، مگر شیلی اور میں ہنی مون پر آئے ہیں — ہماری بے راہ روی دیکھ کر آپ ہمیں ڈور وز میں ہی اپنے گھر سے نکال دیں گے۔

آپ ہمارے معزز مہمان ہیں ڈاکٹر

تھینک یو ویری مچ، لیکن ہم ہوٹل میں ہی جائیں گے۔

میری ایک اور خواہش ہے ڈاکٹر: آپ ہمیں ہمارے ہندوستان پر کم سے کم ون سیریز آف لیکچرز ضرور دیجئے۔

لیکن میں تو اس لئے یہاں آیا ہوں کہ انڈین ایکسپرٹ ہندوستان کے بارے میں میرے علم میں اضافہ کریں

ہم ناچیز کیا اضافہ کر سکتے ہیں ڈاکٹر مارگن؟ اپنے ملک کے تعلق سے ہمارا علم تو صرف

نصاب و درس تک محدود ہے۔

۱۹ —
آپ کا متعجب ہونا غلط نہیں۔ ہم ہندوستان میں رہ ضرور رہے ہیں مگر ہندوستان پر کوئی معقول ریسرچ کرنے کے لئے ہمیں انگلینڈ کے ماحول کی ضرورت ہے ڈاکٹر مارگن۔

تو پھر ریسرچ کو چھوڑ دیجئے اور اپنی روزمرہ کی انڈین لائف کا سیدھا سادا مشاہدہ کر کے اپنے نتائج اخذ کیجئے۔

ہاں ڈاکٹر، یہ آپ نے بڑے پتے کی بات کہی ہے۔۔۔

آپ کا سامان ٹیکسی میں رکھ دیا گیا ہے سر۔

تھینک یو! چلئے ہم آرہے ہیں — او، کے، ڈاکٹر امجس —

تھینک یو اِن ڈیڈ! — اپنے ڈیپارٹمنٹ میں بلوائیے گا!

ہیلو سَر، مے آئی —

یس؟ —

میں ٹورسٹ آفیسر ہوں، آپ کے استقبال کے لئے مجھے خاص آرڈرز ملے، مگر معاف کیجئے میں یہاں پہونچنے میں لیٹ ہو گیا ہوں۔

تھینک یو آفیسر! میرا ہوٹل والا آگیا ہے۔

میری خدمت کی ضرورت ہو تو —

نو تھینک یو! ہم اپنے ہوٹل جارہے ہیں۔

معاف کیجئے، میں لیٹ ہو گیا۔ ورنہ آپ کو ذرا بھی تکلیف نہ ہونے دیتا۔

ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی آفیسر — گڈ بائی! —

(ج) ہوٹل آف انڈیا میں۔

لو شیلی، یہ ساری کی ساری وہسکی ایک ہی ڈیک میں پی جاؤ۔ تم بہت

آہستہ پی رہی ہو۔

نہیں تو

کیا تمہیں لگتا ہے تم ہندوستان آ گئی ہو؟ میں تو جب سے یہاں آیا ہوں ہندوستان ڈھونڈ رہا ہوں۔

بس اتنی سی بات مجھ سے پہلے ہی پوچھ لیا ہوتا۔

میں مذاق نہیں کر رہا ہوں ڈارلنگ، ہندوستان کہاں ہے؟

میں بھی مذاق نہیں کر رہی ہوں ڈارلنگ، تمہارا ہندوستان تمہارے ذہن میں ہے۔

تو کیا میں — ؟ — ارے ہاں، تم ٹھیک ہی کہہ رہی ہو مجھے امید تھی کہ ہندوستان پہونچ کر میں سیدھا اپنے ذہن میں آ پہونچوں گا۔ اور وہاں میرے مرحوم ہندستانی باپ کی روح میرے استقبال کو موجود ہوگی روح مجھے نظر نہ آ رہی ہوگی۔ مگر میں اور وہ بغلگیر ہوں گے۔ میں اپنے باپ سے بغلگیر ہونے کے لئے آیا تھا ڈارلنگ مگر وہ یہاں کہیں نہیں ہے۔ شاید — شاید اس کی روح بھی مر چکی ہے —

تم نے بہت وہسکی چڑھا لی ہے ڈارلنگ، اب اور نہیں پیو۔

نہیں شیلی، میں وہسکی کی بات نہیں کر رہا ہوں، میں اپنے مرحوم باپ کی بات کر رہا ہوں — میں اپنے باپ کی روح سے گلے ملنا چاہتا ہوں شیلی — آؤ شیلی ڈارلنگ، آؤ میرے گلے لگ جاؤ۔

او — مائی پوؤر — ڈیئر!

ہندوستان کہاں ہے، شیلی ڈیئر؟ مجھے تھام کر میرے ذہن میں لے جاؤ تا کہ میں اپنے باپ سے گلے مل سکوں۔ میرے باپ نے میرے پیدا ہونے سے پہلے ہی مجھے چھوڑ دیا تھا — شیلی ڈارلنگ، اپنی ماں کی کوکھ میں میں ہندوستانی تھا اور کوکھ سے باہر آیا تو کوئی اور —

جانے کون ؟ ——

آؤ میں تمہیں سلائے دیتی ہوں مارگی —— تمہاری طبیعت شاید بہت خراب ہے۔

نہیں شیلی ، میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے۔ بس تم میری باتیں سنتی رہو —— میری باتیں

چھی ہیں یا بُری ، ان میں اتنی دلچسپی لو کر مجھے اپنی تنہائی کا احساس نہ رہے۔ مجھے معلوم ہونے

لگے کہ میرا باپ جی اٹھا ہے۔ میری اکھڑی اکھڑی باتوں کو بڑے شفیق انہماک سے سن رہا ہے۔

یڈی ، تم مجھے گھر سے نکال دیتے ، اپنے دیش سے تو نہ نکالتے۔ میں نے ہوش سنبھالا ڈیڈ تو

مجھے پتہ چلا کہ جسے میں اپنا باپ سمجھتا تھا وہ میرا باپ نہیں ، میری ماں کا شوہر ہے اور میرا باپ ؟

نہ جانے میرا باپ کون تھا شیلی ، کیا تھا ، کہاں تھا ؟ اسے تو میرے ہونے کا بھی علم نہ تھا۔

اب اور مت پیو ، مارگی ڈیئر !

نہیں ، ڈارلنگ ، میں چاہتا ہوں کہ پی پی کر مجھے اپنا باپ نظر آنے لگے۔ مجھے اس کی شکل

کا پتہ نہیں۔ بس جو شکل نظر آتی ہے ، وہی میرا باپ —— شاید تم ہی میری باپ ہو —— نہیں ،

تم تو شیلی ہو —— یا شاید وہ۔ کیا نام ہے اس کا ؟ ہمارے روم کا بوڑھا سٹیورڈ —— میرا باپ

ہے۔ میرا جی چاہتا ہے ، اسے ڈیڈی کہوں —— بُلاؤ اسے شیلی —— بولائے ! —— ڈیڈی !

یہ ہمارا ہندوستانی سٹیورڈ ہے نا —— وہ بھی میرے باپ کی مانند مجھے بالکل نہیں جانتا ، اسے بھی

مجھے جاننے کی قطعاً خواہش نہیں —— میری بڑی عزت کرتا ہے مگر مجھ سے بالکل بے خبر ہے ، اتنا

بے خبر کہ میں مر جاؤں تو وہ مجھے سٹریچر میں ڈال کر اس طرح باہر لے چلے جیسے تمہارے سامان کو ، جو

تمہارے کام کا نہ رہا ہو ——

یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو ؟

سچی باتیں شیلی ، سچی ہیں اس لئے جھوٹی معلوم ہوتی ہیں۔ میری ہندوستانیت نے مجھے

انگلینڈ میں آؤٹ سائیڈر بنا دیا ہے اور چونکہ میرے لیگل ہونا فائیڈز برٹش ہیں اس لئے میری ہندستانیت مشکوک ہے۔ میں کہیں کا نہ رہا۔ نہ یورپ کا، نہ ایشیا کا، نہ افریقہ اور امریکہ کا۔ ساری دنیا مجھے اجنبی سمجھتی ہے۔ اور جانتی ہو، کیا؟

کیا؟ (شاید میرا شرابی شوہر اپنی بے تکی تکرار کے بعد اب کوئی بڑی بات کہنے جارہا ہے)۔

چاند کی دریافت میں مجھ جیسے بین الاقوامی اجنبیوں کی جہد کام کر رہی ہے شیلی، تاکہ وہ خلا میں کسی سرزمین پر جابسیں۔ تم میری محبوبہ اور بیوی اور شاگرد ہو شیلی۔ میری باتوں کو عقیدت سے لوحِ دل پر رقم کرلو۔ چاند کی دریافت کے معرکے میں دراصل نئے آدمی کی اجنبیت کے المیئے کا ٹھنڈا ہاتھ ہے۔ ہمارا خلاباز جب چاند سے لوٹ کر لوکھلاہٹ ہوئے انداز میں اپنے بچے کے منہ کو چوم رہا ہوتا ہے۔ تو ذہنی طور پر وہ بدستور خلا میں لٹکے ہوئے چاند کی سطح سے کنکر چن رہا ہوتا ہے۔ تاکہ ہمارے سائنسداں پتہ لگا سکیں کہ ان کنکروں کی ہماری زمین سے مماثلت ہے یا نہیں۔ یہ کنکر ہمارے لختِ جگر ہیں یا نہیں۔

بس اب تم سو جاؤ ڈارلنگ کل سویرے ہمیں اجنتا کیوز کے لئے فلائی کرنا ہے۔

ہاں شیلی، میں اڑ کر اپنی ماں کی کوکھ میں پہونچ جانا چاہتا ہوں، ہندوستان ابھی تک اپنے پہاڑوں میں بچا ہوا ہے، اپنے اندر ہی اندر محبت اور جنگ کر رہا ہے۔ اس کی قدیم اور سالم زندگی جُگوں کی توند میں ہے۔ مجھے وہیں جانا ہے، ہندوستان کے پہاڑوں کے باہر یورپ اور امریکہ ہے۔ یورپ اور امریکہ میں میرے آدھے بھائی بستے ہیں مگر مجھے اپنے پورے بھائیوں سے ملنا ہے شیلی۔

شی — ل — ی — !

اب تم سو جاؤ ڈارلنگ

(ح) بمبئے وکٹوریہ ٹرمینس۔

کتنی بھیڑ ہے شیلی!"

ہاں معلوم ہوتا ہے، سارا ہندوستان یہاں ریلوے اسٹیشن پر جمع ہو گیا ہے

تم ٹھیک کہتی ہو، آج سارا ہندوستان یہاں ریلوے اسٹیشن پر جمع ہے اور کہیں جانے کا انتظار کر رہا ہے۔

کہاں جانے کا؟ یہ گاڑیاں تو جہاں بھی جائیں گی اسے کہیں اس کے اندر ہی لے جاکر ڈال دیں گی۔ ہندوستان سے باہر تو نہیں جائیں گی۔

ہاں، نادان لوگ ہیں، انھیں پتہ نہیں کہ یہاں سے وہاں تک سارا سفر طے کرکے ہندوستان سے ہندوستان ہی پہونچیں گے ـــ مگر نہیں ٹھہرو! ہندوستان میں ہندوستان ہے کہاں؟ ہندوستان میں پنجاب ہے، مہاراشٹر ہے، آندھرا، تامل ناڈو یا بنگال ہے۔ ان سب گاڑیوں کو وہیں کہیں جانا ہے۔ انہیں ہندوستان نہیں جانا ہے۔ ہندوستان کہاں ہے؟ بتاؤ۔ ابھی تک کہیں نظر آیا؟

آؤ، ارگی اس ریستوران میں بیٹھتے ہیں، یہاں تو میرا دم گھٹا جا رہا ہے۔

ہاں، آؤ ـــ ذرا دیکھ کے چلو ـــ اِدھر ـــ اِس دروازے سے ـــ آؤ وہ میز خالی ہو رہی ہے۔ جلدی کرو۔ ورنہ کوئی اور رقابض ہو جائے گا۔ ہم خواہ مخواہ ہندوستانیوں کے بیڈ مینرز پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ اتنے بڑے کراؤڈ میں پھنسا ہوا۔ کوئی بھلا مانس اپنی جان بچانے کی فکر کریگا یا بار بار رومال سے منہ پونچھنے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالے گا ـــ ارے! میں تمہیں ایک دلچسپ بات بتانا بھول گیا شیلی، جب ہم پلیٹ فارم نمبر تین پر کھڑے تھے تو ایک آدمی، میری پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈال رہا تھا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر چھوڑ دیا۔ یہ سوچ کر، کہ اتنی بھیڑ میں اس قدر رجڑ کر کھڑے ہوں تو کیا پتہ چلتا ہے کہ اپنی پتلون کی جیب ہے یا کسی اور کی؟ ـــ میں نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کے بھی نہ دیکھا۔ بے چارہ شرمندہ ہو کر رہ جاتا ـــ ارے! میرا بٹوہ؟! ـــ

شیلی وہ آدمی سچ مچ میرا بٹوہ اڑا لے گیا ہے۔ اس وقت مجھے چیک کرنے کا خیال ہی نہ آیا ـــ اب بھی یونہی ـــ

بٹوے میں کیا رکھا تھا؟ ـــ

چلو، چھوڑو، دو ڈھائی سو روپے ہوں گے۔ اس بھلے آدمی کی کوئی ضرورت پوری

ہو جائے گی۔ یوں بھی میں چاہ رہا تھا کہ یہاں کسی فرد یا جماعت کی مدد کے لئے بجٹ کو تھوڑا ایڈجسٹ

کروں ــــ بئیرر، دو چائے ــــ کچھ کھاؤ گی شیلی؟ ــــ نہیں: ــــ ٹھیک ہے۔

تم بہت بے پروا ہو مارگی ــــ

اتنا بے پروا نہ ہوتا ڈارلنگ، تو تم بھی مجھے میرے پاکٹ سے کیسے اڑا لے جاتیں

تم نے تو میرے دیکھتے ہی دیکھتے سب کچھ کیا اور وہ بے چارہ چپکے سے اڑا۔ چلو چھوڑو ــــ

لو چائے آگئی ہے۔

مارگی، تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہندوستان میں وہ شخصیت کہاں ہے۔ جسے ہم ہندوستان کہتے ہیں

اس شخصیت نے گھر بار تیاگ کر سنیاس اختیار کر لیا ہے۔ اور غاروں میں جا کر اپنی پرا

سنسکرتی کی تصویروں میں جا گھسی ہے۔

ہاں شاید اسی لئے اجنتا کی تصویریں سینکڑوں سال مردہ پڑا رہنے کے بعد اب اچانک

زندہ ہو گئی ہیں۔ دیوار پر کھینچا ہوا ایک بیل تو مجھے اتنا خوبصورت لگا کہ میرا جی چاہا اس کے گ

میں رسہ ڈال کر اپنے ساتھ لے لوں ــــ یہ دیکھو لوگو، یہ صدیوں پرانا بیل! ــ کتنا خوب

ہے! یہی ہندوستان ہے، یہی میرے باپ دادا کی روح ہے!

ڈیٹس اِٹ، شیلی! ــــ ہندوستان آ کر میں اس لئے مایوس ہوا ہوں کہ جب بھی کسی سے

یہی معلوم ہوا کہ اس کے باپ دادا سے مل رہا ہوں ــــ ہمارا پرانا کلچر ــ! ہمارے باپ

ــ! ــ ارے بھائی، وہ بوڑھے بے چارے مر کھپ چکے ہیں۔ انھیں بار بار جھنجھوڑ

کر کیوں ان کے آرام میں خلل پیدا کرتے ہو؟ اپنا کام کرو، اپنی بات کرو ــــ

اپنی بات کیا کریں؟ ــــ

ٹھہرو، بتاتا ہوں — ادھر آؤ بچے! تم اس ریستوران میں کام کیوں کرتے ہو؟ — یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے صاحب؟ آپ جہاں بھی کام کرتے ہیں، کیوں کرتے ہیں؟ — مگر تمہاری عمر ابھی پڑھنے لکھنے کی ہے — مگر مجھے روٹی کمانا ہے، صاحب — اپنے باپ سے کہو، روٹی کمائے۔ میرا باپ اتنی کم روٹی کماتا ہے صاحب، کہ موقع ملنے پر میری کمائی ہوئی روٹی بھی چرانے سے باز نہیں آتا۔

یہ کیا بات ہوئی مارگی، خود ہی سوال کیا اور خود ہی اپنی مرضی کا جواب دے دیا۔

ہو سکتا ہے وہ بچہ شام کو یہاں کام کرتا ہو اور دن بھر اسکول میں پڑھتا ہو۔

چلو یونہی سہی شیلی — ادھر آؤ بچے، بتاؤ تم بار بار اپنے امتحان میں فیل کیوں ہوتے ہو؟ — ساری رات یہاں کام کر کر کے صبح کو اسکول جاتا ہوں صاحب، تو کلاس میں نیند آجاتی ہے۔ میں سوچتا ہوں اس طرح نہیں تو اس طرح سہی: ٹیچر نے مجھ سے کہہ رکھا ہے۔ کہیں سے کسی طرح ایک سو روپے لے آؤ۔ امتحان کا سارا پیپر تمہیں اپنے سامنے بٹھا کر کرادوں گا۔ ہمارا ٹیچر بڑا شریف ہے صاحب، بس سو روپے کی بات ہے، پھر —

وہ دیکھو مارگی، ہمارے ٹریولنگ ایجنٹ کا آدمی ہماری حیدرآباد کی بکنگ کروا کے لوٹ آیا ہے۔ شاید ہمیں ہی ڈھونڈ رہا ہے — آؤ

ٹھہرو، مجھے چائے ختم کر لینے دو شیلی، یہ آدمی ہے نا — یا آدمی نہیں، تو بے چارہ جو کچھ بھی ہے — یہ بھی حیدرآباد کا ہی ہے، مجھ سے کہہ رہا تھا۔ ہمارا شہر حیدرآباد بڑا خوبصورت ہے، میں نے پوچھا، پھر تم وہیں کیوں نہیں رہتے؟ جواب دیا۔ پچھلے سال کئی برس کے بعد گیا تھا کہ وہیں رہ جاؤں گا۔ لیکن شاید غلطی سے کہیں اور جا پہونچا۔ یا شاید میں ٹھیک وہیں پہونچا۔ پر حیدرآباد ہی وہاں سے کہیں اور چلا گیا تھا۔ اس اجنبی سرزمین نے مجھ سے پوچھا، تمہیں تلگو آتی ہے؟

اور جب اسے پتہ چلا کہ نہیں آتی تو اس نے اپنا منہ موڑ کر جانے کسے بتایا، کوئی غیر ملکی ہے بےچارہ ! ۔ دیکھو شیلی، غریب ہمیں اس طرح ڈھونڈ رہا ہے جیسے اپنے ملک کی بےسود تلاش کرتے کرتے یہاں ہندوستان کے کنارے پر آپہونچا ہے

آؤ چلیں مارگی، دیر ہو رہی ہے

(ح) کسی ہندوستانی یونیورسٹی کی

اسپیشل کانووکیشن پر،

لیڈیز اینڈ جنٹلمین!

مجھے آپ سب کا شکریہ ادا کرنا ہے کہ آپ کی یونیورسٹی نے مجھے ڈاکٹر آف لیٹرز کی آنریری ڈگری عطا کرنے کے لئے اس اسپیشل کانووکیشن کا انعقاد کیا ہے ۔ میں نے چھ ہندوستانی اور چار عالمی زبانوں میں ایم ۔اے کر رکھا ہے ۔ اس کے علاوہ چھ مزید ہندوستانی اور عالمی زبانوں میں سرٹیفیکٹ آف پرافی شینسی حاصل کیا ہے ۔

(یونیورسٹی کے مہمان خصوصی کو بڑے دھیان سے سنتے ہوئے مارگن کو کسی انگلش سرکش کلاؤن کا خیال آگیا جو اپنے منہ سے سبھی آوازیں بخوبی برآمد کر لیتا تھا)

لیڈیز اینڈ جنٹلمین! ـــ میں دنیا بھر کی آدھی سے زائد معروف زبانیں بخوبی سمجھ سکتا ہوں اور کم سے کم ایک چوتھائی بول سکتا ہوں ـــ

شیلی ـــ

ہاں مارگی ـــ

ہر شخص کے منہ میں کتنی زبانیں ہوتی ہیں ؟ ـــ

ہہ ہا ہہ ہا ـــ ہہ! ـــ

ہنسو نہیں مارگی ۔ اگر میرے حلق میں ایک کی بجائے دس زبانیں نوٹ ہوتیں ـــ

Scanned with CamScanner

ہہ ہا ــــ ہا ہہ!

اور میں تمہاری طرح ہنسنا چاہتا تو اپنے حلق میں دس لوتھڑوں کو بیک وقت اوپر نیچے ہلتے ہوئے پاکر میرا رونا نکل جاتا۔

لیڈیز اینڈ جنٹلمین، میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ اعزاز بخشا ہے۔ مگر میرا کام ابھی ادھورا ہے۔ میری خواہش ہے میں دنیا کی ساری زبانیں بول سکوں۔

(دنیا کی ساری زبانیں بول بول کر اس فاضل مقرر نے کہنا کیا ہے؟ ــــ)

لیڈیز اینڈ جنٹلمین ــــ مجھے یہی کہنا ہے کہ ــــ

(کہ میں ساری دنیا کی زبانیں بول سکتا ہوں)

(۵) رانچی کے پاگل خانے میں ــــ

وہ بوڑھا کون ہے، ڈاکٹر؟ ــــ وہ، جو سب سے الگ تھلگ بیٹھا ہے؟

ایک مسلمان ہے بےچارہ، پچھلے سال یہاں ہندو مسلم فساد ہوا ڈاکٹر مارگن، تو اس کے گھر کے سبھی لوگ مارے گئے۔ اپنے ہاتھوں سے انھیں قبروں میں لٹا کر گھر پہونچتے پہونچتے پاگل ہو گیا۔ اور جانتے ہیں، کیا؟ ــــ آج کل وہ سمجھتا ہے کہ وہ مر چکا ہے اور بیوی بچوں کو مرنے کے لئے اپنے پیچھے زندہ چھوڑ آیا ہے۔

کیا ہم اس سے مل سکتے ہیں ڈاکٹر؟

ہاں کیوں نہیں؟ ــــ آئیے! ــــ

آؤ، شیلی ــــ

یس، مارگی ــــ ارے! یہ تو آپ ہی آپ ہونٹ ہلائے جا رہا ہے؟ آواز نہیں نکل رہی ہے، مگر لگتا ہے کچھ کہہ رہا ہے ــــ آؤ مارگی، رُک کیوں گئے؟ ــــ گڈ مارننگ، بابا! ــــ

یہ میرا شوہر مارگی ہے اور میں شیلی ہوں اور آپ ــــ؟

ہاں، بیٹی، میرے بارے میں بھی مجھے بتاؤ، میں کون ہوں؟ مجھے یاد ہی نہیں آرہا کہ میں کون ہوں؟

تم خان بابا ہو۔ خان بابا

ہاں ڈاکٹر صاحب، آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ جب میں زندہ تھا تو لوگ مجھے خان بابا ہی پکارا کرتے ہیں ــــ میری ایک بیٹی تھی۔ بیٹی بالکل تمہاری طرح، نہیں تمہاری طرح نہیں اپنی طرح تھی۔ ــــ نہیں تمہاری طرح ہی تھی۔ کیا ــــ کیا تم ہی تو ــــ ہاں تم ہی تو ہو ــــ آؤ بیٹی، آؤ میرے گلے لگ جاؤ ــــ تمہاری ماں کہاں ہے؟ محمود کہاں ہے؟ وہ سب لوگ کہاں چھوڑ آئی ہو؟ ــــ بولو ــــ بولو! مریں تو انھیں بھی کیوں نہ ساتھ لے آئیں ــــ ان سے کہتیں وہ آنکھ جھپکنے میں تم سب کو بیک وقت ڈھیر کرکے رکھ دیتے۔ ان جنگجوؤں کے سامنے یہ کون سا بڑا کام تھا ــــ بس یہ اب جی رہے ہو اور یہ اب مر گئے ــــ شکر ہے اللہ کا مر گئے ہو ورنہ مجھے یہ فکر لاحق تھی کہ کیسے جیو گے ــــ چلو چھٹی ہوئی۔ خدا نے ہماری سن لی ــــ بیٹی اس جنت میں یہ جو ڈاکٹر ہے نا؟ ہندو ہے ــــ ہاں، ہندو ہی ہے ــــ ڈرو نہیں، اتنا شریف آدمی ہے کہ خدا نے اسے جنت کا ڈاکٹر بنا دیا ہے۔ ڈرو نہیں ــــ بڑا شریف آدمی ہے۔ اک ذرا نماز نہیں پڑھتا۔ ورنہ اس سے تمہاری شادی کر دیتا۔

آپ اب آرام کیجئے، بابا خان

آرام ہی کر رہا ہوں ڈاکٹر صاحب۔ قبر میں آرام ہی آرام ہوتا ہے۔ مگر ایک بات بتائیے میں مر چکا ہوں تو سوچتا کیوں ہوں؟ کیا مرنے کے بعد بھی آدمی کو سوچ سوچ کر مرنا پڑتا ہے بعد

آپ کیا سوچتے ہیں بابا خان؟ ــــ

سوچتا کچھ نہیں، پر سوچتا ہوں کہ جس شخص نے مجھے ڈھیر کیا وہ میں تھا اور میں وہ۔ اس نے جب مجھے قتل کیا تھا تو دراصل میں ہی اس کے قتل کا مرتکب ہوا تھا۔ میں ہی قصوروار ہوں۔ کوئی بھی خون کرے، انسان ہی خونی ہے۔ میں ہی خونی ہوں، مجھے سزا دو، سولی پر چڑھا دو

اس وقت تک سولی پر چڑھائے رکھو، جب تک میرا ضمیر رزجی اٹھے ــــ مگر مجھے کوئی سزا نہیں دیتا۔ میں آپ کے پاؤں پڑتا ہوں۔ مجھے سزا دیجئے۔ مجھے اپنے آپ سے ڈر لگتا ہے مجھے سخت سے سخت سزا دیجئے۔

آپ آرام کیجئے خان بابا۔

خان بابا؟ ــــ کہاں ہے خان بابا؟ جلدی بتائیے میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ دیکھو خان بابا، ایک صورت ہے ــــ میں تمہیں ہندو ہونے کو نہیں کہتا۔ میرا کہنا صرف یہی ہے کہ اپنی قرآن سنسکرت میں پڑھو۔ بولو ــــ بولو ــــ ب ــــ!

خان بابا ــــ خا ــــ!

پھر چپ ہو گیا ہے۔ مگر ہونٹ بدستور ہلائے جا رہا ہے ــــ

ہاں اب چپ رہے گا ــــ آئیے چلیں مسٹر مارگن۔ آئیے میڈم ــــ میں نے ایک بار خان بابا سے پوچھا ' ــــ بابا چپ چاپ ہونٹ ہلائے جا رہے ہو۔ کچھ کہنا چاہتے ہو؟ اس نے جواب دیا: ہاں، بہت کچھ ــــ تو کھل کر کیوں نہیں بولتے خان بابا؟ ــــ بابا بول اٹھا، میری زبان کو بند ہی پڑا رہنے دو ڈاکٹر۔ کھل گئی تو بیچاری اردو پر سچ مچ لشکر کا گمان ہونے لگے گا۔

(ط) کلکتہ کی ایک شاہراہ

رات کا وقت چکاچوند روشنی۔ کولڈ ویو ــــ مارگن اور شیلا اپنے اپنے بدن کو اچھی طرح لپیٹ کر بند دوکانوں کے سامنے فٹ پاتھ پر چہل قدمی کر رہے ہیں۔ کہیں کہیں ونڈو شاپنگ کے لئے تھوڑا سا ٹھہر جاتے ہیں ــــ ایک بہت بڑی فرنشنگ کی دوکان کی ونڈو کے شیشے کے

پیچھے ایک بڑا آرام دہ بیڈ نما صوفہ بچھا ہوا ہے۔ صوفے پر ایک خوبصورت لڑکی کا بُت نرم و گرم پلش کے کمبل میں لپیٹ کر اس طرح لٹایا گیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مٹی کا بُت ونڈو کے شیشے کے اندر حیات آفریں حدت سے جی اٹھا ہے۔ بڑی گہری نیند سو رہا ہے۔ بڑے میٹھے سپنے دیکھ رہا ہے۔ اور ہر سانس کے ساتھ اس کے چہرے پر نئی مسکان سی آجاتی ہے — نہیں، مارگن اور اس کی بیوی کو مغالطہ ہوا ہے یہ بت نہیں۔ سچ مچ کی لڑکی ہے۔ ابھی ابھی اس کی گردن بائیں طرف مڑی ہوئی تھی۔ اب دائیں طرف جھک گئی ہے —

اور ونڈو کے نیچے فٹ پاتھ پر ایک ننگا دھڑنگا، میلا کچیلا نوجوان لمبا ہوا پڑا ہے۔ اس کی بے سانس شکل پر کسی اچھے بُرے سپنے کا سایہ نہیں، بس بُت کا بُت ہے۔ اس بے جان مٹی کے بُت پر سردی کا اثر کیا ہوگا؟ —

مارگن کے جی میں آتی ہے کہ ونڈو کے شیشے میں ذرا سا سوراخ کر دے تاکہ باہر کی سردی تیز تیز اندر گھس جائے اور وہ خوبصورت لڑکی چھینک مار کر جاگ اٹھے اور پھر وہ اس لڑکی سے مخاطب ہو کر کہے۔ اس نوجوان کے بُت کو اپنے ساتھ ہی لٹا لو بیٹی، یہاں بے چارہ بے جان پڑا ہے۔ وہاں تمہارے مخملیں بستر میں جی اٹھے گا!

ارے! یہ کیا کر رہی ہو شیلی؟

فوٹو اتارنے کے لئے کیمرہ سیٹ کر رہی ہوں مارگی؟

ٹھہرو تین چار آدمیوں نے اچانک کہیں سے وارد ہو کر مارگن اور شیلی کو گھیر لیا ہے۔

آپ کیا کر رہے ہیں؟

میں فوٹو اتارنا چاہ رہی ہوں۔

زیادہ ہوشیار بننے کی کوشش نہ کیجئے۔ فوٹو آپ اتار چکی ہیں۔ آپ لوگ ہماری مفلسی

سے روپیہ کمانے کے لئے ہمارے الٹے سیدھے فوٹو لے جاتے ہیں ـــ آپ کون ہیں ؟ ـــ

ہم ـــ ہم ـــ ۔

جلدی بتائیے ! کیا آپ کسی امپرئیلسٹ پریس یا ریڈیو کے ایجنٹ ہیں ؟ ـــ یا

جاسوس ہیں ؟ ـــ

ہم ـــ

اگر آپ اپنی جان بچانا چاہتے ہیں تو یہ کیمرہ ہمارے حوالے کر دیجئے ـــ تھینک یو

ـــ اب اپنی جیبیں بھی خالی کر دیجئے ۔

مگر

مگر وگر نہیں چلے گا ۔ چلو جلدی کرو ! ـــ

(۶)

بدستور فادرلینڈ

(ایک)

مارگن اور شیلی کو اچانک آج شام کو کناٹ سرکس کے کسی کافی ہاؤس میں وہی رائٹر مل گیا جس سے چند روز پہلے ڈاکٹر امجس نے ان کا تعارف کرایا تھا ۔ اس وقت وہ سوبر دکھائی دے رہا تھا ۔ ڈاکٹر امجس نے انھیں بتایا تھا کہ بڑی عمدہ کانٹروورشل رائٹنگ کرتا ہے ۔ پر ہر وقت شراب پیئے رہتا ہے ۔

"میرے بچے پچپن کروڑ سے بھی زائد ہیں"۔ رائٹر نے مارگن سے کہا تھا ۔ "جس شخص کی اتنی بڑی اولاد ہو ، وہ پیئے بغیر کیونکر ہوش میں رہ سکتا ہے"

"تم ایسے کہہ رہے ہو گویا ساری ہندوستانی قوم کے باپ ایک تم ہی ہو"۔

"قانون بیک وقت دو باپوں کو تسلیم نہیں کرتا ۔ لہٰذا میری اس ساری اولاد کا کوئی باپ

ہے تو ایک میں ہی ہوں"۔
"ہمارے عبدل بڑے دلچسپ آدمی ہیں"۔ ڈاکٹر رامجس نے تعارف کرواتے ہوئے کہا تھا۔
"انھوں نے اپنا سرنیم، فرسٹ نیم اور فادر نیم عبدل عبدل عبدل ہی مشہور کر رکھا ہے
اب آپ اسے کسی بہت ہی تیز رفتار ریس ہارس کا نام سمجھ لیجیئے۔ یا کسی بہت اچھے ہندوستانی ایکٹر کا نام۔
"ہاؤ آر یو، مسٹر عبدل ؟ ــــ کیا ہم آپ کے ساتھ یہاں بیٹھ سکتے ہیں"؟ کافی ہاؤس
میں مارگن اور شیلی اس کی میز کے پاس چلے آئے۔
" آیئے مسٹر ــــ مسٹر ــــ معاف کیجیئے میں آپ کا نام بھول گیا ہوں ــــ ہاں ــــ
ڈاکٹر مارگن ــــ ہاؤ ڈو یو ڈو، میڈم ؟ ــــ بیٹھیئے ــــ آپ ٹھنڈی کافی پئیں گے یا گرم
؟ ــ بیرا ! ــــ ادھر آؤ ، دو ٹھنڈی کافی لاؤ ــــ ہاں، ہاں ، مجھے بخوبی یاد ہے
ڈاکٹر مارگن ، ہفتہ بھر پہلے ڈاکٹر رامجس کے ساتھ آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔ بات دراصل یہ
ہے کہ ڈاکٹر رامجس کو یہ غلط فہمی ہے کہ مجھے شراب کی لت لگی ہوئی ہے۔ اس لیے میں جب بھی اس
سے ملتا ہوں ، ایسے بن جاتا ہوں جیسے بہت زیادہ شراب پیئے ہوئے ہوں۔ مجھے یقین ہے ڈاکٹر، اگر
ڈاکٹر رامجس کسی دن مجھے ہوش میں دیکھ لے تو پہچان ہی نہ پائے کہ مَیں مَیں ہوں ، اب آپ ہی بتائیے
اتنے اچھے دوست کی نظروں میں خواہ مخواہ اجنبی کیوں ہو جاؤں۔ میں نے سنا ہے آپ
ہندوستان میں خوب گھوم رہے ہیں۔
" ہاں ، گھوم تو رہے ہیں مگر ابھی تک ہمیں اصل انڈیا کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع
ہی نہیں ملا"۔
"آپ کو کیا اصل کی نقل اتارنا ہے مسٹر مارگن ؟ جہاں جو کچھ اپنی دو آنکھوں سے نظر آجائے
وہی اصل ہے ــــ چلیئے خالی ہوں تو آج ہوٹل مہاراجہ میں سپیشل انڈین نائٹ ہے:
لباس، کُرتا، پائجامہ، ڈرنک ، بھنگ اور رہا دام کا پانی ، فوڈ ، پنیر ، پکوڑے اور چھولے

پٹھورے! ــــ انٹرٹین منٹ، یورپی دھنیں اور ہندوستانی جادو کے کھیل"۔

"ویری انٹرسٹنگ! مگر ہم کُرتا پاجامہ کہاں سے لائیں گے"؟

"آپ اطمینان رکھیے ڈاکٹر، میں سب بندوبست کر دوں گا۔ یہ لیجیے میڈم، آپ کی ٹھنڈی کافی آگئی"

(دو)

ہوٹل مہاراجہ کا لونج کھچا کھچ بھرا ہوا ہے۔ ہوٹل کی اس سپیشل انڈین نائٹ کے موقع پر تین چوتھائی سے بھی زیادہ لوگ غیر ملکی ہیں۔ جو دیسی لباس پہن کر اس طرح خوش ہیں گویا فینسی ڈریس شو میں حصہ لے رہے ہوں۔

"جان، اس لباس کو پہن کر مجھے اپنا آپ اتنا ہلکا محسوس ہو رہا ہے جیسے میں نے اپنی جلد کے سوا اور کچھ نہ پہنا ہو" ۔ ایک یورپی خاتون نے اپنے ساتھی سے کہا ہے۔

"ہاں، نینسی، تم اتنی اچھی لگ رہی ہو کہ میرا جی چاہتا ہے۔ تمہاری جلد کو اتارنا شروع کر دوں"۔

مگر میری جلد اتار دوگے تو مجھ میں اور اس مرحوم عورت میں تمیز کیسے کروگے۔ جیسے تم ماں کہا کرتے تھے ــــ تمہیں بھنگ بہت چڑھ گئی ہے جان"ــــ

ان کے ساتھ ہی کی میز پر عبدل اپنے مہمانوں کو لئے بیٹھا ہے۔

"یہ لو مسٹر مارگن بھنگ 'دربادام' کا گلاس، اسے تیز تیز پی جاؤ۔ پھر دیکھئے بینائی کتنی روشن ہو جاتی ہے۔ اسے پیتے ہی آدمی ایکس رے مشین بن جاتا ہے اور جسے دیکھ لے اس کا سارے کا سارا باطن سامنے آجاتا ہے"

"نہیں مسٹر عبدل"، شیلا نے اسے بتایا ہے "باطن دیکھ لینے سے کسی کی پہچان تھوڑا ہی ہو جاتی ہے۔ سب کے باطن کی شناخت ایک جیسی ہوتی ہے"۔

"ہاں مسٹر عبدل، آدمی کی اصل شناخت تو باہر سے ہوتی ہے"۔ مارگن نے اپنی بیوی سے اتفاق کیا ہے "۔ اس کی سوچ کا وسیلہ تو اس کا چہرہ ہے"۔

"تو پھر مجھے یہ کہنا ہے ڈاکٹر، کہ ہم سب کو بھول جانے کے لئے بھنگ پیتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے سامنے بھی اکھڑے ہوں تو ہمیں نظر نہ آئیں۔ یا اس طرح نظر آئیں گویا سب ایک جیسے ہیں۔ کوئی کسی کا دوست نہیں، کسی کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں۔ سب رشتے کچھ یوں اُدھڑ گئے ہیں کہ سب کا سب سے رشتہ ہو گیا ہے، یا ——"

"چھوڑیئے میرے دوست، پی کر دیکھ لیتے ہیں، اپنے آپ سب کچھ سمجھ میں آجائے گا۔

—— چیئرز!"

—— "چیئرز!" ——

"چیئرز! میں تو اس لئے پیتا ہوں ڈاکٹر مارگن کہ اپنی تھکی ہاری سمجھ بوجھ کو زبردستی ہالی ڈے پر بھیج دوں، سمجھ بوجھ، جب سمجھ بوجھ سے کام لینے کے قابل نہ رہے تو اس سے کام لئے جانے سے کیا فائدہ ہوگا؟ اب دیکھئے نا، میری سمجھ بوجھ کی حماقت، اس وقت مجھے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ میرے آس پاس دیسی لباس پہنے ہوئے یہ سارے غیر ملکی ہی ہماری آزاد حکومت کے سربراہ ہیں"۔

"کیا مطلب"؟

"کوئی مطلب کی بات ہو تو مطلب سمجھاؤں، مجھے لگ رہا ہے کہ ہماری آزادی سے صرف یہ ہوا ہے کہ ہمارے پرانے انگریز آقاؤں نے اب دیسی لباس پہن کر حکومت کرنا شروع کر دیا ہے —— یہ بھنگ تو واقعی بہت مزیدار ہے۔ آپ آہستہ آہستہ پیجئے مسز مارگن، ورنہ منہ سے پیتے ہی سیدھی دماغ میں جا پہنچے گی"۔

"تو کیا ہرج ہے، دماغ بیچارہ بھی پی لے گا"۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں ڈاکٹر ـــــ یہ پنیر پکوڑے کھائیے، بہت مزیدار ہیں۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں اگر ہم اپنے منہ کو اجازت دیتے ہیں کہ پی لے تو انصاف کا تقاضہ یہی ہے کہ دماغ کو بھی پینے دیں۔ مجھے اپنے یورپی دوستوں سے یہی شکایت ہے کہ منہ سے تو گھڑوں پی جاتے ہیں۔ پر دماغ کو ایک دن بھی نہیں پینے دیتے ـــــ یہ کہاں کی جمہوریت ہے"؟

"ہندوستان کی جمہوریت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے مسٹر عبدل"؟

"ہمارے ہندوستان کی جمہوریت دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہے' میڈم' پوری ہتھنی کی ہتھنی ہے۔ جنگلوں سے نکل کر ہماری شاہراہ کے عین درمیان آکھڑی ہوتی ہے۔ ہماری ساری ٹریفک رکی پڑی ہے کہ یہ ہتھنی ذرا پالتو سی معلوم ہونے لگے۔ اور ایک طرف ہٹ جائے تو آمد و رفت شروع ہو ـــــ لیجئے آپ ایک اور گلاس لیجئے ڈاکٹر مارگن۔ آپ آہستہ آہستہ پیجئے مسز مارگن"۔

"میں کیوں آہستہ آہستہ پیوں"؟

"کیوں کہ آپ شرابی ہوگئیں تو ـــــ معاف کیجئے مجھے بڑا عجیب سا خیال آیا ہے۔ مجھے ڈر ہے آپ ـــــ"

"نہیں، آپ ضرور کہئے مسٹر عبدل" ـــــ

"تو لیجئے، کہے دیتا ہوں: آپ شرابی ہوگئیں مسز مارگن، تو آپ کو مجھ پر ہی میرے دوست ڈاکٹر مارگن کا دھوکہ ہونے لگے گا، میرا تو کچھ نہیں، پر ڈاکٹر مارگن کہاں جائیں گے ـــــ اگر انھیں عبدل بننا پڑ گیا تو وہ بے چارے میرے گھر کے راستے سے بالکل ناواقف ہیں"۔

"نان سنس"! ـــــ

"نہیں شیلی، میری مشکل واقعی یہی ہے کہ مجھے کسی ہندوستانی کے گھر کا راستہ معلوم

نہیں۔ اور تو اور مجھے اپنے باپ کا بھی اتہ پتہ نہیں — میں قطعاً لاعلم ہوں کہ میرے نصف بھائی کہاں رہتے ہیں۔ کیسے رہتے ہیں"؟

"نصف بھائی ، سے آپ کی کیا مراد ہے ڈاکٹر؟ میرے خیال میں تو پورے بھائی بھی دراصل نصف بھائی ہوتے ہیں اور چوں کہ وہ نصف بھائی ہوتے ہیں اس لئے دراصل چوتھائی بھائی ہیں، اور چوتھائی بھائی ہیں اس لئے — اینڈ سو آن — کون کس کا پورا یا آدھا یا چوتھائی بھائی ہے ڈاکٹر؟ سب کے سارے رشتے اپنے بدن کے اندر ہی ہوتے ہیں" —

"لیڈیز اینڈ جنٹلمین"!..

اسٹیج پر ایک جادوگر مہاراجہ کے لباس میں کھڑا ان سے مخاطب ہے۔

"مہاراجہ کی فل یونی فارم پہنے ہوئے ہے پر —"

"ہاں، یہ لیوی پرستر کے بغیر اپنی رائل یونیفارم کے باوجود صاف کوئی پیشہ ور جادوگر معلوم ہوتا ہے"۔

"اٹینشن لیڈیز اینڈ جنٹلمین"!

سب لوگوں نے اپنے اپنے بھنگ کے گلاس روک کر نشے سے اکھڑی اکھڑی توجہ سے اپنے کان کھڑے کر لئے ہیں۔

"میں یہاں جادو کے روایتی کرتب دکھانے کے لئے حاضر نہیں ہوا ہوں بلکہ باتوں باتوں میں اپنا کمال پیش کروں گا"۔

"ہندوستانی باتیں بہت کرتے ہیں"۔ نینسی کے ساتھی نے کہا ہے۔

"ہاں" نینسی نے اسے جواب دیا ہے۔ "پچھلے سال ہم ہوم لیو پر انگلینڈ گئے ہوئے تھے۔ وہاں اپنے گھر بیٹھے بیٹھے جب بھی مجھے شور سنائی دیتا، یہی لگتا کہ ہندوستان سے

ہی چلا آرہا ہے ـــــ پر ایک بات ہے جان: اپنی کنٹری میں پہونچ کر ہندوستان کا شور بہت بھلا معلوم ہوتا ہے"۔ نینسی نے بھنگ کے گلاس اور چھولوں پھٹوروں کی طرف دیکھ کر سوچا ہے کہ پہلے بھنگ کا گھونٹ بھرے یا پھٹورے کا لقمہ اٹھائے، مگر اس کا شرابی ذہن اس سے تعاون نہیں کر رہا ہے۔ "ہندوستان کو چاہیئے جان، کہ کم سے کم اپنا آدھا شور ایکسپورٹ کر دیا کرے، اس طرح اس کا فارن ایکسچینج کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔"

"پیر نینسی ڈیر" جان بھنگ کے نشے سے اچانک اتنا سنجیدہ ہو گیا ہے کہ اسے دیکھ کر ہنسی چھوٹ جائے۔ "پرابلم یہ ہے کہ ہندوستان اپنا شور ایکسپورٹ کیسے کرے"۔

"یہ بھی کوئی پرابلم ہے" ان کے ایک ہندوستانی دوست نے پرابلم کا حل پیش کیا ہے "آپ لوگوں کے سائنسدان ہمارا یہ پرابلم چٹکیوں میں حل کر دیں گے۔ آپ کے سائنسدان بھی ہمارے جادوگروں سے کم نہیں ـــــ ارے، وہ جادوگر کہاں گیا؟ ابھی ابھی تو یہیں اسٹیج پر تھا"۔

"لیڈیز اینڈ جنٹلمین، میرا کمال ملاحظہ ہو: میں آپ کے سامنے اسٹیج پر ویسے ہی موجود ہوں مگر آپ کو نظر نہیں آرہا ہوں"

ایکا ایکی اسٹیج کے پاس سے ہی ایک یورپی نے اپنی سیٹ سے اٹھ کر صدا بلند کی ہے۔

"میرے دوستو، وہاں اسٹیج کی طرف کیا دیکھ رہے ہو؟ وہ جادوگر یہاں میرے ذہن میں گھس آیا ہے۔ یہیں میرے ذہن سے بول رہا ہے، یا شاید اس وقت میری بجائے وہی بول رہا ہے۔ ہندوستان کا جادو میرے سر چڑھ گیا ہے"۔

"جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے"، عبدل بول پڑا۔

"شٹ اپ!" اس یورپی نے عبدل کی طرف دیکھ کر کہا ہے۔ "آئی ایم ساری! ـــ میرا مطلب ہے مجھے ٹوکو نہیں، مجھے سنو ـــــ

میں اکثر سوچا کرتا تھا ـــــ آخر یہ شئے ہے کیا، جسے ہم ضمیر کہتے ہیں؟ بھلا ہو اس

کیفنگ کا، آج میں نے اپنا یہ مسئلہ حل کرلیا ہے۔ میرا خیال ہے پچھلے ہفتے میری اپنے ضمیر سے ہی ملاقات ہوئی تھی وہ ایک ہندوستانی تھا۔ جو دس دن کی لگاتار بھوک سے نڈھال ہوکر زمین پر گرا ہوا تھا۔ اس کی جان نکل رہی تھی۔ یا ہو سکتا ہے اس لئے اکی ہوئی ہوکر پہلے کچھ کھا پی لے، میرے دوستو میں اپنے ضمیر کو اس حالت میں پاکر تڑپ اٹھا، اور اس کی طرف تیزی سے بڑھا۔" یوروپی تقریباً رو رہا تھا۔" مگر میرا ضمیر مجھے اپنی طرف سُرعت سے بڑھتے ہوئے پاکر ہڑبڑا اٹھا۔ نہیں! نہیں! نہیں! مجھے زندہ رہنے دو! مجھے ـــ، اس کی جان نکل گئی! وہ بھلا آدمی مجھے ملک الموت سمجھ رہا تھا دوستو! ـــ میں نے بڑی نیک نیتی سے اپنے ضمیر کو جان سے مار ڈالا۔ میں ایک نہایت خوشحال ملک کا شہری ہوں مائی فرینڈز۔ میرے سبھی ہم وطنوں کو بھی میرا ہی مسئلہ درپیش ہے ـــ ضمیر کا مسئلہ، مگر وہ بے سود اسے اپنے ہی ملک میں ڈھونڈ رہے ہیں، پہلے زمانے کی اور بات تھی، سفر کے ذرائع بہت محدود تھے۔ ہمارا ضمیر ہمارے اپنے ہی ملک میں رہائش پذیر تھا۔ مگر آج جیٹ کی ایج میں ہمارا ضمیر محترم یہاں ہندوستان میں آبسا ہے۔ میرے دوستو، یہ کیا ستم ظریفی نہیں کہ یہیں تو جینے کی ہر لگژری مہیا ہے مگر ہمارے بوڑھے باپ کو بھوک سے جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں ـــ ہندوستان سے میری یہ التجا ہے کہ ہمارا ضمیر ہمیں لوٹا دیا جائے۔ ہمارے واجب التعظیم باپ کو ہمارے حوالے کر دیا جائے"۔

"نہیں،" عبدل پھر اپنی سیٹ پر کھڑا ہوگیا ہے۔ "تمہارا ضمیر اب ہندوستانی شہریت اختیار کرچکا ہے۔ وہ اب ہمارا ہوگیا ہے۔ ہم ہی میں سے ہے۔ ہم اسے واپس نہیں دینگے اپنے ضمیر کو اب ہمارے ساتھ مر جانے دو"

"چلو مسٹر عبدل، اب چلیں" مارگن نے عبدل کو کرسی پر بٹھا کر کہا ہے، "ہم تمہیں راستے

میں تمہارے گھر چھوڑ دیں گے۔"

مجھے اپنے گھر کا محلِ وقوع یاد نہیں رہا مسٹر مارگن، آپ جائیے، میں یاد کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ میرا گھر کہاں ہے کہ میرے ماں باپ امریکہ میں رہتے ہیں۔ یا روس میں ـــــ آپ جائیے مسٹر مارگن ـــ مجھے سوچنے دیجئے!"

(۷)

مارگن

نا معلوم میں کہاں بیٹھا ہوا ہوں، باہر یا کہیں اندر؟ ـــــ اور مجھے اپنے سامنے ایک بوڑھا اجنبی نظر آ رہا ہے۔ اور نہ میں اس اجنبی سے باتیں کر رہا ہوں، نہ وہ اجنبی مجھ سے مگر اس وقت میرے ذہن میں اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے ـــــ میری آنکھیں اس کے سر پر ٹکی ہوئی ہیں: یہ سارے کا سارا کرۂ ارض، جیسے میں گویا اپنے راکٹ سے جھانک کر دیکھے جا رہا ہوں اور میرا راکٹ بڑی تیزی سے خلاؤں کو پار کر کے کرۂ ارض کی جانب چلا آ رہا ہے، ابھی ابھی یہاں دُھندہی دُھند تھی۔ کچھ بھی دکھائی نہ دے رہا تھا۔ اب پانی اور خشکی جدا جدا دکھائی دینے لگے ہیں۔ کتنا زیادہ پانی ہے ـــــ پانی ہی پانی ـــ موت کی اجنبی وسعتیں اور گہرائیاں، جنھوں نے زندگی کو گھیر رکھا ہے مگر زندگی کا باعث بھی ہیں۔ ہماری زمین غرقاب کے اس منظر میں بھرپور زندہ معلوم ہوتی ہے ـــ بڑے بڑے پہاڑوں اور وادیوں اور میدانوں کی سانسوں سے آس پاس کا خلا بھی ذی جان سا لگ رہا ہے ـــــ میں نے کرۂ ارض کو چھو لیا ہے۔ میں نہ جانے کہاں سے آیا ہوں۔ مگر مجھے یہیں آنا تھا۔ جب میرے ماں باپ ملے تھے تو میں نے کسی نامعلوم سیارے سے اپنا یہ کائناتی سفر شروع کیا تھا، پیہم سفر کرتا رہا، اور اب اس عجیب کرّے

میں پہونچ کر مجھے لگ رہا ہے کہ میں اس سے مانوس ہوں۔ اس اجنبی کو پہلی بار دیکھا ہے لیکن اسے جانتا ہوں ـــ پر یہ ہے کون ؟

آپ کون ہیں ؟

پہلے تم بتاؤ، تم کون ہو ؟

آپ میرے سوال کا جواب دیں گے تو شاید ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم کون ہیں

لیکن میں تمہیں بالکل نہیں جانتا ۔

میں نے کب دعویٰ کیا ہے کہ میں آپ کو جانتا ہوں ؟

مگر اپنی لاعلمی کے باوجود مجھے اس سے مانوسیت کا احساس ہو رہا ہے ۔ مجھے تعجب ہو رہا ہے کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے ۔ یہ اجنبی میرے لئے یکسر اجنبی ہے ـــ یہ میرا ـــ ہاں، کہیں یہ میرا ـــ

تم تو ایسی باتیں کر رہے ہو جیسے کوئی یتیم اپنے مرحوم باپ سے ہمکلام ہو ۔

ہاں، یہ اجنبی بوڑھا میرا باپ ہی ہے ۔

تم کون ہو ؟

اگر آپ میرے باپ ہیں تو آپ کو پتہ نہیں میں کون ہوں ؟

گلوب اپنے ہی ارد گرد گھوم رہا ہے اور میں نے لڑکھڑاتے ہوئے اسے اپنی باہوں میں لے لیا ہے ۔ اور سمندر کا پانی چڑھنے لگا ہے ۔ اور جیوں جوں پانی چڑھ رہا ہے میں اونچا ہوتا جا رہا ہوں ۔ اور چاہ رہا ہوں کہ گلوب میری باہوں میں ٹھہر جائے ۔ مگر وہ بدستور گھومے جا رہا ہے ۔ ٹھہریئے ! ـــ ایک جگہ ٹھہر جایئے ! ٹھہر جایئے !

گلوب اپنے ارد گرد گھومتا جا رہا ہے اور مجھے خیال گذرا ہے کہ اگر وہ ٹھہر جائے تو

اس کے سارے پہاڑ دھڑام سے نیچے آگریں۔ تین چوتھائی سمندر چار چوتھائی ہوجائے،
قیامت آجائے۔

"ہم کہاں ہیں؟"
ہندوستان کے بیچوں بیچ
گلوب بدستور گھوم رہا ہے۔

ہندوستان سدا ایک ہی جگہ پر نہیں رہتا۔ میرے اجنبی دوست ــــ میرا مطلب ہے
میرے بیٹے! اب ہندوستان یہاں ہے، اب وہاں ــــ اب یہاں آپہونچا ہے۔ جہاں
انگلینڈ ہے ــ اب ہندوستان پھر ہندوستان میں لوٹ آیا ہے۔ اب ہندوستان پھر ہندوستان
سے باہر جارہا ہے۔

کرۂ ارض خلاء میں معلق ہے اور اپنے محور کے ارد گرد پیہم حرکت پذیر۔
میں سوچ رہا ہوں کہ اگر ہماری زمین سورج کی ایک ہی جانب، جامد ہوجائے اور طلوع و غروب
کی کیفیات نہ رہیں تو کیا پتہ زندگی اپنے موجودہ سیاق سے نکل کر کس کرے میں چلی جائے؟ کیا
پتہ گھٹتی گھٹتی ڈھیر ہی ہوجائے ــــ رتیں اسی لئے بدلتی ہیں کہ ہماری دھرتی ہمیشہ چلتی پھرتی رہتی ہے
زندگی کی گہما گہمی چلنے پھرنے کی خواہش سے ہی وابستہ ہے۔ اسی فطری خواہش کے باعث زندگی
کی ٹانگیں ہیں اور جہاں اس کی ٹانگیں نہیں وہاں رینگ رینگ کر چلتی ہے۔ اس کی حرکت پذیر کیفیات
سے ہی اس کی ایک ایک شکل سے ہزار ہزار شکلیں وجود میں آتی ہیں۔ یہاں ایک بیج ڈالئے، نا معلوم
کہاں کتنی نو بہ نو زندگیاں اگ آئیں گی ــــ فرط محبت سے یہاں اپنی محبوبہ کے گلے میں باہیں
ڈال دیجئے اور گھومتی ہوئی دھرتی پر بھول بھول کر کہیں سے کہیں جا نکلئے ــــ اور نہ جانے وہاں
یا وہاں ــــ یا کہاں پہونچ کر آپ کی محبوبہ کے سوئے ہوئے تخلیق کے درد جاگ اٹھیں اور
جاگ جاگ کر اس کے پیٹ سے باہر آنے کو بے تاب ہو ہو جائیں۔

میں یہاں پیدا ہوا ہوں میرے وجود کے اندر اپنے اسی باپ کا خون ہے اور وجود کے باہر اسی ماں کی گود۔ یہ یورپ کی عظیم الشان رہائش گاہیں ہیں، یورپ کی تعلیم گاہیں ہیں۔ آرٹ گیلریاں ہیں، لیبارٹریاں ہیں، نیو لائف کی سبھی انسٹی ٹیوشنیں ہیں۔ یہی ہندوستان ہے! ہندوستان یورپ کے نقشے میں نظر آ رہا ہے۔ ہندوستان ہندوستان سے باہر چلا آیا ہے۔ گھر بار چھوڑ کر اپنے مستقبل کے سفر پر نکلا ہوا ہے۔ اور اب ہندوستان پھر اپنے گھر بار کی جانب مُنہ موڑ لے گا۔ باہر کا سارا چکّر کاٹ کر پھر اپنے نقشے میں لوٹ آئے گا۔ اور پہلی نظر میں اس کا بدلا ہوا چہرہ اجنبی سا معلوم ہوگا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ میں کسی ہندوستانی جھیل میں اپنے ہی چہرے کا عکس دیکھ رہا ہوں۔ اپنے آپ سے گھڑی بھر کی اجنبیت دائم کی رفاقت پر کیسے حاوی ہو سکتی ہے۔ کرۂ ارض متواتر اپنے محور کے ارد گرد گھومتا جا رہا ہے۔ اور میں اپنی دونوں آنکھیں کھول کر اپنے ہی وجود میں بیٹھے اپنی ساری کائنات کا تماشہ کر رہا ہوں۔

مارگی! ــــ ما ــــ ر ــــ!

مجھے بہت دور سے سنائی دیا ہے اور اپنے وجود سے باہر نکل کر میں نے دیکھا ہے کہ شیلی میرے سامنے کھڑی مسکرا رہی ہے اور بڑی اچھی لگ رہی ہے اور میں نے اس کے گلے میں باہیں ڈال کر اسے اپنے پاس بٹھا لیا ہے اور زرخیز دھرتی کو سونگھ سونگھ کر مجھے بے اختیار خواہش ہونے لگی ہے کہ ہل چلانا شروع کر دوں۔ اور دھرتی نے شرما کر اپنا سر جھکا لیا ہے اور اپنے خیال ہی خیال میں دیکھ رہی ہے کہ اس کے خوبصورت چہرے پر نئی زندگی کا بور پھوٹ رہا ہے۔

ولادت :- ستمبر ۱۹۲۵ء ، بمقام سیالکوٹ

پتہ :- پارک ولا، مقبرہ روڈ، اورنگ آباد دکن ، مہاراشٹر

دوسری کتابیں :-

دھرتی کا لال	(افسانے)
میں کیوں سوچوں	(")
ایک بوند لہو کی	(ناول)
مٹی کا ادراک	(افسانے)
رسائی	(")
سلوٹیں	(افسانچے)
بیانات	(ناولٹ)

زیر طبع :-

نقش بر آب	(افسانے)
لیکن	(")